﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

ہفت روزہ
الفضل
انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد16 — جمعۃ المبارک13/مارچ 2009ء — 16/ربیع الاول1430ہجری قمری ❁ 13/امان 1388ہجری شمسی — شمارہ 11

سب سے پیاری بات

حضرت مسور بن مخرمہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''اَحَبُّ الْحَدِيْثِ اِلَيَّ اَصْدَقُهٗ''۔

میرے نزدیک سب سے پسندیدہ بات وہ ہے جو سچی ہو۔

(صحیح بخاری کتاب الوکالۃ باب اذا وھب شیئا ۔حدیث نمبر 2142)

ارشادات عالیہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اگر تم سچا تعلق رکھتے ہو تو خدا تعالیٰ سے پکا عہد کر لو کہ اس قدر چندہ ضرور دیا کروں گا۔ اور ناواقف لوگوں کو یہ بھی سمجھایا جاوے کہ وہ پوری تابعداری کریں۔

یہ معاہدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاہدہ ہوتا ہے اس کو نباہنا چاہئے۔ اس کے برخلاف کرنے میں خیانت ہوا کرتی ہے۔

''بہت لوگ ایسے ہیں کہ جن کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ چندہ بھی جمع ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کو سمجھانا چاہئے کہ اگر تم سچا تعلق رکھتے ہو تو خدا تعالیٰ سے پکا عہد کر لو کہ اس قدر چندہ ضرور دیا کروں گا۔ اور ناواقف لوگوں کو یہ بھی سمجھایا جاوے کہ وہ پوری تابعداری کریں۔ اگر اتنا عہد بھی نہیں کر سکتے تو پھر جماعت میں شامل ہونے کا کیا فائدہ ہے؟ نہایت درجہ کا بخیل اگر ایک کوڑی بھی روزانہ اپنے مال میں سے چندے کے لئے الگ کرے تو وہ بھی بہت کچھ دے سکتا ہے۔ ایک ایک قطرہ سے دریا بن جاتا ہے۔ اگر کوئی چار روٹی کھاتا ہے تو اسے چاہئے کہ ایک روٹی کی مقدار اس میں سے اس سلسلہ کے لئے بھی الگ کر رکھے اور نفس کو عادت ڈالے کہ ایسے کاموں کے لئے اسی طرح سے نکالا کرے۔

چندے کی ابتدا اس سلسلہ سے ہی نہیں ہے بلکہ مالی ضرورتوں کے وقت نبیوں کے زمانہ میں بھی چندے جمع کئے گئے تھے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ ذرا چندے کا اشارہ ہوتو تمام گھر کا مال لا کر سامنے رکھ دیا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسب مقدور کچھ دینا چاہئے اور آپ کی منشاء تھی کہ دیکھا جاوے کہ کون کس قدر لاتا ہے۔ ابوبکرؓ نے سارا مال لا کر رکھ دیا۔ اور حضرت عمرؓ نے نصف مال۔ آپ نے فرمایا کہ یہی فرق تمہارے مدارج میں ہے۔ اور ایک آج کا زمانہ ہے کہ کوئی جانتا ہی نہیں کہ مدد دینی بھی ضروری ہے حالانکہ اپنی گذران عمدہ رکھتے ہیں...... یہاں تو بہت ہلکے چندے ہیں۔ پس اگر کوئی معاہدہ نہیں کرتا تو اسے خارج کرنا چاہئے۔ وہ منافق ہے اور اس کا دل سیاہ ہے۔ ہم ہرگز نہیں کہتے کہ ماہواری روپے ہی ضرور دو۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ معاہدہ کر کے دو جس میں کبھی فرق نہ آوے......۔

یہ معاہدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاہدہ ہوتا ہے اس کو نباہنا چاہئے۔ اس کے برخلاف کرنے میں خیانت ہوا کرتی ہے۔ کوئی کسی ادنیٰ درجہ کے نواب کی خیانت کر کے اس کے سامنے نہیں ہو سکتا ہے تو احکم الحاکمین کی خیانت کر کے کس طرح اسے اپنا چہرہ دکھلا سکتا ہے۔ ایک آدمی سے کچھ نہیں ہوتا۔ جمہوری امداد میں برکت ہوا کرتی ہے۔ بڑی بڑی سلطنتیں بھی آخر چندوں پر ہی چلتی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ دنیاوی سلطنتیں زور سے ٹیکس وغیرہ لگا کر وصول کرتے ہیں اور یہاں ہم رضا اور ارادہ پر چھوڑتے ہیں۔ چندہ دینے سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے اور یہ محبت اور اخلاص کا کام ہے۔

پس ضرور ہے کہ ہزار دو ہزار آدمی جو بیعت کرتے ہیں ان کو کہا جاوے کہ اپنے نفس پر کچھ مقرر کریں۔ اور اس میں پھر غفلت نہ ہو''۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 360-361 ۔جدید ایڈیشن)

اعلان برائے داخلہ جامعہ احمدیہ یوکے برائے سال 2009ء

جامعہ احمدیہ، یوکے میں اکتوبر 2009ء میں انشاء اللہ نئے داخلہ جات ہوں گے۔ جس کی شرائط حسب ذیل ہیں۔

1) تعلیم:

درخواست دہندہ نے یورپ کے کسی ملک سے جی سی ایس ای (GCSE) یا اے لیولز (A-Levels) یا اس کے مساوی تعلیم میں کم از کم 70% فیصد نمبر حاصل کئے ہوں۔

2) عمر:

جی سی ایس سی (GCSE) پاس کرنے والے طالب علم کی عمر 16 سال تک اور اے لیولز (A-Levels) پاس کرنے والے طالب علم کی عمر 18 سال تک ہونی چاہئے۔

3) میڈیکل رپورٹ:

درخواست دہندہ کی صحت کے متعلق ڈاکٹر (GP) کی میڈیکل رپورٹ انگریزی میں درخواست کے ساتھ منسلک ہونی چاہیے۔

4) تحریری ٹیسٹ:

درخواست دہندہ کو ایک تحریری ٹیسٹ بھی پاس کرنا ہوگا۔ جس کیلئے 16 سال کی عمر تک کا وقفِ نو سلیبس بطور نصاب رکھا گیا ہے۔ یہ ٹیسٹ انگریزی اور اردو میں ہوگا۔

5) زبانی انٹرویو:

صرف وہ بچے جو تحریری ٹیسٹ میں کامیاب ہوں گے انہیں فائنل انٹرویو کیلئے جامعہ احمدیہ یوکے میں بلایا جائے گا۔ انٹرویو کی معین تاریخ اور وقت کی اطلاع بعد میں کر دی جائے گی۔

6) درخواست دینے کا طریقہ:

درخواست جامعہ کے تیار کردہ درخواست فارم پر مندرجہ ذیل ضروری کاغذات یا اسناد کے ساتھ دی جانی چاہئے۔

(1) درخواست فارم بمعہ تصدیق نیشنل امیر صاحب

(2) میڈیکل رپورٹ (انگریزی میں)

(3) جی سی ایس سی / اے لیولز کے سرٹیفکیٹ کی کاپی

(4) صدر خدام الاحمدیہ کی رپورٹ بوساطت نیشنل امیر صاحب

(5) پاسپورٹ کی کاپی

(6) ایک عدد پاسپورٹ سائز فوٹو

متفرق ہدایات:

(1) تمام درخواستیں اپنے نیشنل امیر صاحب کے توسط سے دفتر پرنسپل جامعہ احمدیہ یوکے میں 30/جون 2009ء تک ضرور پہنچ جائیں۔ ہمارا ایڈریس حسب ذیل ہے:

Jamia Ahmadiyya UK

8 South Gardens , Collierswood,London SW19 2NT

Tel: 020 8542 9850 + 020 8544 2862

Fax: 020 8417 0348

(2) درخواست میں نام کے سپیلنگ وہی لکھے جائیں جو پاسپورٹ میں درج ہیں۔

(3) دلچسپی رکھنے والے طلباء روزانہ تلاوت قرآن کریم کے علاوہ وقفِ نو سلیبس 16 سال تک کی تیاری کی طرف خاص توجہ دیں۔ کیونکہ تحریری ٹیسٹ کے دینی معلومات کے سوالات اسی سلیبس کے مطابق سیٹ کئے جائیں گے۔

(4) اردو اور انگریزی زبان بہتر بنانے کی طرف بھی خاص توجہ دی جائے۔

(5) جرمنی سے تعلق رکھنے والے واقفین نو جامعہ احمدیہ، یوکے میں داخلہ کے اہل نہ ہوں گے۔ وہ داخلہ کیلئے جامعہ احمدیہ جرمنی سے رابطہ فرمائیں۔

(پرنسپل جامعہ احمدیہ ، یوکے)

مذہبی منافرت کی بنیاد پر ایک اور معصوم احمدی کا قتل

جماعت احمدیہ کے افراد پر پے در پے قاتلانہ حملے مذہب کے نام پر متعصب سماج دشمن معاندین کی سوچی سمجھی سازشوں کا نتیجہ ہیں جو فرقہ واریت اور انتہا پسندی کو پھیلانے میں بنیادی کردار ادا کر رہے ہیں اور مزید ستم یہ کہ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کے بعض اداروں نے ایسے انتہا پسندوں کی حوصلہ افزائی شروع کر رکھی ہے۔ مختلف ذرائع سے حکومت کو بار بار توجہ دلانے کے باوجود بظاہر کوئی کارروائی عمل میں نہیں لائی جاتی جس کی وجہ سے اس نوعیت کے واقعات رونما ہو رہے ہیں۔

ترجمان جماعت احمدیہ (سلیم الدین)

ربوہ (پ ر) مکرم مبشر احمد صاحب ابن محمود احمد صاحب ساکن R-99A رضوان سوسائٹی KDA سکیم نمبر 33 کراچی کو جماعت احمدیہ کے مخالفین نے 20/فروری 09ء کو محض احمدی ہونے کی بناء پر فائرنگ کرکے قتل کر دیا۔

تفصیلات کے مطابق مرحوم وقوعہ کے روز منگھو پیر روڈ کراچی پر واقع ''مکہ سٹیل رولنگ مل'' سے ڈیوٹی ختم کر رات تقریباً پونے دس بجے موٹر سائیکل پر گھر کے لئے روانہ ہوئے۔ مرحوم جب ایک دینی مدرسہ کے قریب پہنچے تو مدرسہ کی جانب سے نکلنے والے دو افراد نے فائرنگ کر دی اور فرار ہو گئے۔ شدید زخمی حالت میں عباسی شہید ہسپتال لے جایا گیا جہاں تھوڑی دیر بعد وفات ہو گئی۔

مرحوم کی عمر 42 سال تھی۔ نہایت شریف النفس انسان تھے۔ کسی سے کوئی لین دین یا جھگڑا نہ تھا۔ مرحوم نے اہلیہ کے علاوہ تین چھوٹے بچے سوگوار چھوڑے ہیں۔

مرحوم کو اپنی فیکٹری مذکور میں بھی عرصہ دراز سے مذہبی مخالفت کا سامنا تھا۔ قتل کی دھمکیوں کے علاوہ عملی طور پر سوشل بائیکاٹ بھی کیا گیا تھا۔

جماعت احمدیہ کے افراد پر پے در پے قاتلانہ حملے مذہب کے نام پر متعصب سماج دشمن معاندین کی سوچی سمجھی سازشوں کا نتیجہ ہیں جو فرقہ واریت اور انتہا پسندی کو پھیلانے میں بنیادی کردار ادا کر رہے ہیں اور مزید ستم یہ کہ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کے بعض اداروں نے ایسے انتہا پسندوں کی حوصلہ افزائی شروع کر رکھی ہے۔ مختلف ذرائع سے حکومت کو بار بار توجہ دلانے کے باوجود بظاہر کوئی کارروائی عمل میں نہیں لائی جاتی جس کی وجہ سے اس نوعیت کے واقعات رونما ہو رہے ہیں۔

ترجمان جماعت احمدیہ سلیم الدین نے اپنی پریس ریلیز میں کہا ہے 1984ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف جو امتیازی قوانین بنائے گئے ان کی وجہ سے اب تک 96 احمدی افراد مذہبی منافرت کی نذر ہو چکے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ احمدیوں کے خلاف باقاعدہ قتل کے فتوے جاری کر کے ''جہاد'' کی تحریک کی جا رہی ہے۔ ابھی حال ہی میں سیالکوٹ میں احمدیہ مسجد پر بم سے حملہ کیا گیا۔

2009ء میں بھی اسی نوعیت کے واقعات کا سلسلہ جاری ہے۔ مذکورہ قتل کے 96 واقعات میں سے صرف صوبہ سندھ میں قتل کا یہ 33 واں واقعہ ہے۔

احباب جماعت سے پاکستان میں جملہ اسیران راہ مولا کی جلد از جلد باعزت رہائی نیز مختلف مقدمات میں ملوث افراد جماعت کی باعزت بریت کے لئے دردمندانہ درخواست دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تمام پاکستانی احمدیوں کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور ہر شر سے بچائے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔

اعلان

خاکسار ''درویشی اور درویش'' کا دوسرا حصہ مرتب کر رہا ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ اگر اس ضمن میں کسی دوست کے علم میں واقعات، مشاہدات، تجربات، آپ بیتی یا جگ بیتی کے حوالہ سے ہوں تو مستند حوالوں کے ساتھ خاکسار کو ارسال کر دیں تا کہ انہیں بھی شامل کتاب کیا جا سکے۔

اسی طرح حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ اور حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور کے تعلق سے بھی خاکسار مواد جمع کر رہا ہے تا کہ ان درویشوں کی سوانح ''دور درویشی'' کے حوالہ سے مرتب ہو سکے۔

قارئین سے درخواست دعا ہے کہ آپ اس سلسلہ میں اپنے خیالات، واقعات اور مشاہدات بھی خاکسار کو ارسال کریں۔ عین نوازش ہوگی۔ خاکسار برہان احمد ظفر

محلّہ احمدیہ۔ قادیان (ضلع گورداسپور) پنجاب

INDIA - 143516 Telephone: 00-91-9417 202657

مَصَالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات،
گرانقدر مساعی اوران کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاهر نديم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر32

نمائندہ ''المصور'' (قاہرہ) کے احمدیوں کے خلاف تحریک کے بارہ میں تاثرات

قاہرہ کے مشہور اخبار (اَلْمُصَوّر) کی نامہ نگار خصوصی ''السيده امينة السيد'' ایجی ٹیشن کے زمانہ میں مصر سے خاص طور پر پاکستان آئیں اور کراچی اور راولپنڈی کے حالات اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کئے ۔ ان کے ذاتی تاثرات کا متعلقہ حصہ درج ذیل ہے۔

''جب ہم نو گھنٹے کی لمبی مسافت کے بعد راولپنڈی پہنچے تو چونکہ وہاں پر مصری صحافی وفد کی آمد کی خبر پہنچ چکی تھی اس لئے لوگ بڑی کثرت کے ساتھ گاڑی پر پہنچ گئے تاکہ قادیانیت یا احمدی مذہب کے بارے میں ہمیں اپنی رائے سے مطلع کریں۔ملک میں لاقانونیت کا آغاز اس طرح ہوا کہ پہلے پانچ آدمیوں کی ایک کمیٹی کراچی گئی جس نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ تمام احمدیوں کو جن میں چوہدری ظفراللہ خاں بھی شامل ہیں تمام حکومتی عہدوں سے علیحدہ کر دیا جائے ۔نیز انہیں عیسائیوں ، ہندوؤں اور پارسیوں کی طرح ایک علیحدہ اقلیت قرار دیا جائے کیونکہ احمدیوں کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ۔ کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے منکر ہیں اس کمیٹی نے حکومت کو چند دن کی مہلت دی جب حکومت پاکستان نے یہ مطالبات منظور نہ کئے اور مدت مقررہ گزر گئی تو ملک کے تمام اطراف میں سول نافرمانی کا اعلان کر دیا گیا مظاہرے ہوئے دکانیں بند کی گئیں اور وسائل آمد ورفت میں تعطل پیدا ہو گیا۔ چونکہ حکومت پاکستان فتنہ پرور اصحاب کی حرکات سے پوری طرح آگاہ تھی اس لئے اس نے اس فتنہ کے لیڈروں کو گرفتار کر لیا اور اس طرح وقتی طور پر بغاوت کی آگ فرو ہوگئی۔

یہ واقعہ ہے کہ جب ہم دار السلطنت پاکستان (کراچی) میں تھے تو اس تحریک کا آغاز ہوا اور ملک کے مختلف اطراف میں ہمارے ساتھ ساتھ یہ تحریک بھی چکر لگاتی رہی۔ اس تحریک پر مجھے بہت حیرت تھی کیونکہ قادیانی مذہب یا احمدیہ جماعت تو قریباً سو سال سے قائم ہے اور آج تک اس عقیدہ کے لوگ آزادی اور سلامتی سے بستے رہے ہیں اور ان کی حیثیت مسلمانوں کے دوسرے فرقوں سنی، شیعہ اور وہابی وغیرہم کی طرح ہے۔ مجھے حیرت تھی کہ خاص طور پر ان دنوں میں احمدیوں کے خلاف طبائع میں کیوں اشتعال پیدا ہو گیا ہے؟ نیز یہ کہ انہیں عہدوں سے معزول کئے جانے اور اقلیت غیر مسلمہ قرار دینے کے مطالبہ کا حقیقی راز کیا ہے؟ اس سلسلہ میں مَیں نے بہت جستجو کی اور بہت سے سیاسی اور اجتماعی جماعتوں کے لیڈروں سے بات چیت کی ۔آخر کار مجھ پر واضح ہو گیا کہ موجودہ ایجی ٹیشن خالص سیاسی تحریک ہے اور اس ایجی ٹیشن کے محرک دراصل پاکستان کے دوست نہیں ہیں اور ان کا حقیقی مقصد اس سے بہت مختلف ہے جیسا کہ ظاہر میں نظر آتا ہے اور حکومت کو اس کا پورا پورا علم ہے وہ بخوبی جانتی ہے کہ اندھیرے میں کون سے ہاتھ یہ تاریں ہلا رہے ہیں اس لئے حکومت نے اس فتنہ کے ذمہ داروں پر سختی سے گرفت کرنے میں ذرا غفلت نہیں برتی۔

اس بارے میں مَیں نے پاکستان کے ایک بہت بڑے سیاستدان سے گفتگو کی جو اپنی آزادانہ رائے اور ذاتی اغراض سے بالا ہونے میں معروف ہے اس نے یہ کہتے ہوئے کہ میرا نام ظاہر نہ کیا جائے مجھے بتایا کہ ''بے شک تم ایک ایسی چھوٹی سی مسلم جماعت (جس کی تعداد سات آٹھ لاکھ سے زیادہ نہیں) کے خلاف اس تحریک کو دیکھ کر دہشت زدہ ہوگی خصوصاً اس لئے کہ جب پاکستان میں لاکھوں کروڑوں سنی، شیعہ، آغا خانی اور وہابی موجود ہیں اور ان میں سے ہر ایک دوسرے سے مختلف آراء رکھتا ہے تو یہ شور وشر اور ہنگامہ صرف احمدیوں کے خلاف ہی کیوں ہے؟ اس لئے مَیں اس جگہ معاملہ کی پوری وضاحت کے لئے بتاتا ہوں کہ اس کے لئے قادیانیوں کی ان گزشتہ چند سالوں کی تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہئے جب **قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان بنانے کی تحریک شروع فرمائی تھی۔ اس وقت جماعت احمدیہ جان و دل سے قائداعظم مرحوم کے دوش بدوش کھڑی ہوئی اور** اس جہاد میں اس نے قائداعظم کی پوری پوری تائید کی اور وہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے تک ہر طرح ان کی مدد گار رہی ۔ اس زمانہ میں ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک جماعت ''احرار'' کے نام سے موجود تھی وہ لوگ تقسیم ہند یعنی پاکستان بننے کے مخالف تھے انہوں نے مسٹر جناح کا مقابلہ کیا اور ان کی دعوت کی پورے زور سے مخالفت کی ۔لیکن جب ان کی مرضی کے خلاف پاکستان بن گیا تو انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور ہمارے ساتھ شامل ہو گئے۔ اگرچہ احرار کا لیڈر اب تک بھارت میں ہے تاہم ان کی اکثریت پاکستان میں آگئی ۔ پاکستان بننے کے دن سے لے کر آج تک جماعت احمدیہ اور احراریوں میں شدید دشمنی ہے جو موجودہ فتنہ کے حقیقی محرک ہیں۔

(مضمون نگار کہتی ہیں کہ) مَیں نے دریافت کیا کہ اگر یہ بات ہے تو احرار نے اپنے مخالفوں سے اس سے پہلے کیوں معاملہ نہیں نپٹایا اور خاص طور پر اس وقت اپنے دیرینہ بغض وکینہ کے نکالنے کیلئے سول نافرمانی کو کیوں ذریعہ بنایا؟ (اس لیڈر نے جواب دیا کہ) اس سوال کے جواب کے لئے بعض اور امور کا سلسلہ وار بیان کرنا ضروری ہے۔ یاد رہے کہ پاکستان کا قیام غیر متوقع طور پر ہوا ہے ان حالات کا تقاضا تھا کہ ہم اپنی پوری کوشش سے اپنے وطن جدید کی ابتدا مضبوط حالات سے کرتے اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ہم نے ذمہ دارانہ عہدے دینے میں سمجھ دار اور تعلیم یافتہ لوگوں کی قابلیت پر دار و مدار رکھا اور **چونکہ احمدی بہت زیادہ تعلیم یافتہ اور مہذب تھے اس لئے ان کو بہت سے ذمہ داری کے منصب سپرد کئے گئے اور احراریوں کو ان عہدوں کے حاصل کرنے میں ناکامی ہوئی۔ ایک تو اس لئے کہ وہ تعلیم یافتہ نہ تھے اور دوسرے اس لئے کہ وہ ماضی میں پاکستان بننے کی مخالفت کرتے رہے تھے۔''**

(المصور قاہرہ 10/اپریل 1953ء بحوالہ ''الفرقان'' (ربوہ) فروری ، مارچ ، اپریل 1953ء صفحہ 48-50، ملخص از تاریخ احمدیت جلد 15 صفحہ 482-484)

نہر سویز کا قضیہ اور حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحبؓ

مسئلہ فلسطین کے سلسلہ میں جماعت احمدیہ کی خدمات کا بتفصیل ذکر کرنے کے بعد اب اس عرصہ میں دیگر عرب ممالک کے لئے جماعت احمدیہ کی بعض خدمات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

نہر سویز پر برطانوی فوجیں قابض تھیں جن کی وجہ سے حکومت انگلستان اور حکومت مصر کے درمیان تنازع چل رہا تھا اور چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب (وزیر خارجہ پاکستان) مشرق وسطی کے اسلامی ممالک کے دوسرے مسائل کی طرح اس تنازع کو نمٹانے کی بھی جدوجہد فرما رہے تھے ۔اس سلسلہ میں آپ نے جنوری 1952ء کے اجلاس سے جنرل اسمبلی کے بعد لنڈن میں برطانوی وزیر اعظم مسٹر ایڈن سے بھی بات چیت کی ۔ برطانیہ نے مصر کو مطلع کر دیا کہ وہ ایک معینہ میعاد کے اندر نہر سویز سے اپنی تمام فوجیں ہٹا لے گا۔ اخبار ''الاہرام'' مصر (21/فروری 1952ء) نے یہ خبر دیتے ہوئے لکھا کہ اس فیصلہ میں چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب وزیر خارجہ پاکستان کی مساعی کا بھاری دخل ہے۔(بحوالہ الفضل 22تبلیغ 1331ہش بمطابق 22فروری 1952ء)

اس کامیاب گفت وشنید کے بعد چوہدری صاحب مشرق وسطی کے دورہ کے سلسلہ میں چار روز تک قاہرہ میں ٹھہرے اور اس قضیہ کو نمٹانے کے لئے مصر کے وزیر اعظم علی ماہر پاشا'' عرب لیگ کے سیکرٹری جنرل عزام پاشا نیز صلاح الدین پاشا، فوزی بیک (اقوام متحدہ میں مصر کے مستقل مندوب) اور دیگر زعماء سے ملاقاتیں کیں۔

اخبار'' زمیندار'' لاہور (29 فروری 1952ء) میں یہ خبر شائع ہوئی۔ قاہرہ 27 فروری ۔ یہ سر محمد ظفراللہ خاں وزیر خارجہ کی دوسری ملاقات تھی۔

سر ظفراللہ خاں حکومت مصر کے مہمان کی حیثیت سے قاہرہ میں مقیم ہیں ۔آپ خیر سگالی کے دورہ پر آئے ہیں۔سلامتی کونسل میں پاکستان کے متبادل نمائندے محمد اسد نے الگ تیس منٹ تک وزیر اعظم سے ملاقات کی۔ سر ظفراللہ خاں نے عرب لیگ کے سیکرٹری جنرل غازی عبدالرحمٰن عزام پاشا کے ساتھ لنچ کھایا اور بعد دوپہر آپ نے پاکستانیوں کے اجتماع میں شرکت کی۔ عربی کے بہترین مصنف شیخ محمد ابراہیم نے ایک دستی لکھا ہوا قرآن مجید سر ظفراللہ خاں کو پیش کیا۔ سر ظفراللہ خاں جمعرات کو قاہرہ سے بذریعہ طیارہ کراچی روانہ ہو جائیں گے۔

اخبار ''المصری'' (قاہرہ) نے **25**/فروری **1952**ء کی اشاعت میں آپ کی مصر میں تشریف آوری پر ایک مقالہ افتتاحیہ سپرد قلم کیا۔ اس میں آپ کی اسلامی خدمات کو سراہتے ہوئے اعتراف کیا کہ آپ کی سرگرمیاں اور دینی صلاحیتوں سے اسلامی ممالک کو بہت فائدہ پہنچا ہے ۔اقوام متحدہ میں اخبار المصری کے نامہ نگار نے اس سے بھی شاندار الفاظ میں آپ کو خراج عقیدت پیش کیا اور کہا کہ پچھلے تین برسوں میں اسلام اسکے فلسفے اور اس کے مقاصد کے متعلق مغربی طاقتوں کے رویہ میں جو تبدیلی ہوئی وہ اکثر وبیشتر چوہدری (محمد) ظفراللہ خاں کی قابلیت اور فہم وتدبر کے رہین منت ہے۔(بحوالہ روزنامہ الفضل 27تبلیغ 1331ہش بمطابق 27فروری 1952ء صفحہ 8)

تیونس اور مراکش کی تحریک آزادی کی حمایت اور دعا

تیونس اور مراکش کے جانباز مسلمان ایک عرصہ سے فرانس کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے ۔مؤتمر عالم اسلامی نے فیصلہ کیا کہ 21/نومبر 1952ء کو دنیا بھر کے مسلمان یوم تیونس و مراکش منائیں ۔اس فیصلہ کے مطابق حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر جماعت احمدیہ نے بھی ان مظلوم اسلامی ممالک کے مطالبہ آزادی کی حمایت میں جلسے کئے اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو کامیابی بخشے۔

(الفضل 21-22 ماہ نبوت 1331ہش صفحہ 2)

چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب وزیر خارجہ پاکستان نے اقوام متحدہ میں ان ممالک کے حق میں پُر زور آواز بلند کی جس کی تفصیل آپ کی خود نوشت سوانح ''تحدیث نعمت'' (طبع اول 1971ء) صفحہ 569-573 میں ملتی ہے۔ 1951ء میں جنرل اسمبلی کے اجلاس کے دوران مراکش اور تیونس کے مسئلے کو ایجنڈا میں شامل کرنے کا سوال پیش ہوا تو آپ ہی کی تقریر اس موقع پر سب سے نمایاں تھی ۔تقریر میں آپ نے امریکہ اور دیگر تمام ایسے ممالک کے طرز عمل کی مذمت کی جو ان مسائل کو شاملِ ایجنڈا کرنے کے خلاف تھے۔ آپ نے جب دوران اجلاس فرمایا کہ اگر ان مسائل پر غور کرنے سے انکار کیا گیا تو مراکش میں قتل وخون ہوگا اور اس کی تمام تر ذمہ داری امریکی نمائندہ پر ہوگی تو امریکی مندوب کا رنگ زرد پڑ گیا۔

(ملت (لاہور) 22جنوری 1954ء صفحہ 7)

اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کی دعاؤں ، چوہدری صاحب کی کوشش اور اہل تیونس و مراکش کی قربانیوں کو شرف قبولیت بخشا اور یہ دونوں ملک 1956ء میں آزاد ہو گئے۔ (از تاریخ احمدیت جلد 15 صفحہ 416)

الجزائری نمائندہ احتفال العلماء کی ربوہ میں آمد

کراچی میں ''احتفال العلماء'' کا ایک سہ روزہ اجلاس 16-17-18 فروری 1952ء کو منعقد ہوا جس میں مسلم ممالک کے 43 علماء نے شرکت کی۔ 21 علماء پاکستان کے تھے اور 22 ایران، انڈونیشیا، عراق، افغانستان، مصر، شام، ہندوستان اور الجیریا سے تشریف لائے ۔ اجلاس نے متفقہ قرارداد کے ذریعہ استعماری طاقتوں کو خبردار کیا کہ وہ کشمیر اور تمام دوسرے اسلامی ممالک کے متعلق اپنی پالیسی فوراً بدل لیں ورنہ امن عالم خطرہ میں پڑ جائے گا۔

(زمیندار (لاہور) 19/فروری 1952ء صفحہ 1)

اجلاس میں الجزائر کی نمائندگی علامہ محمد بشیر الابراہیمی الجزائری نے کی جو اس ملک کے ایک مقتدر عالم اور قریباً 130 سکولوں کے نگران وناظم تھے۔ علامہ موصوف اجلاس کے بعد کراچی میں کچھ عرصہ قیام کے بعد 5/ہجرت 1331ہش بمطابق 5 مئی 1952ء کو مرکز احمدیت میں تشریف لائے۔

آپ کے اعزاز میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے ہال میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس میں ربوہ کے عربی دان بزرگ اور اصحاب خصوصیت سے شامل ہوئے۔ تلاوت قرآن عظیم کے بعد الجزائری مندوب کے ترجمان محمد عادل قدوسی صاحب نے آپ کا تعارف کرایا۔ پھر اہل ربوہ کی طرف سے مکرم مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری مبلغ بلاد عربیہ و پرنسپل جامعہ احمدیہ نے خوش آمدید کہا۔ آپ نے سب سے پہلے معزز مہمان کا شکریہ ادا کیا کہ وہ گرمی کے موسم میں سفر

کی صعوبتیں برداشت کرکے ربوہ تشریف لائے جہاں نئی بستی ہونے کی وجہ سے نہ اشجار ہیں نہ پانی کی کثرت اور نہ یہ کوئی بڑا شہر ہے گو انشاء اللہ ربوہ ایک بڑا شہر بن جائے گا لیکن فی الحال اس کی حیثیت ایک چھوٹی سی بستی کی ہے جس میں شہروں جیسے آرام وسامان میسر نہیں آسکتے۔ ازاں بعد آپ نے بتایا کہ جماعت احمدیہ کے تمام ممبر چھوٹے اور بڑے مرد اور عورتیں سب کے دماغ میں صرف ایک ہی بات سمائی ہوئی ہے اور وہ یہ کہ اسلام کو تمام دنیا میں پھیلانا اور تمام مسلمانوں کو وحدت کے رشتہ میں پرونا ہے۔ مولانا ابو العطاء صاحب کی تقریر کے بعد جناب علامہ محمد بشیر ابراہیمی نے الجزائری مسلمانوں کی فرانسیسی انقلاب کے خلاف تحریک آزادی کا ذکر کرتے ہوئے اپنی جدوجہد آزادی پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ کس طرح طویل جدوجہد کے بعد الجزائر کو غلامی سے نجات ملی۔

تقریر کا دوسرا حصہ تربیتی رنگ کا تھا جس میں آپ نے اس حقیقت پر روشنی ڈالی کہ مسلمان قوم پر جو آجکل نکبت وادبار کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس قوم کے ساتھ کوئی دشمنی ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اسلامی تعلیم بھلا دی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان مسلمان نہیں رہے اور آپ لوگوں کا فرض ہے کہ جہاں آپ یورپ میں اسلامی تعلیمات پھیلاتے ہیں وہاں مسلمانوں کی اصلاح کو مقدم کریں۔ مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ **مسلمان علماء کی حالت خصوصاً اعمال کے لحاظ سے نہایت ناگفتہ بہ ہے۔ وہی ساری خرابی کے ذمہ دار ہیں۔ وہ اسلام کی روح کو بھلا بیٹھے ہیں۔ آپ کو ان کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے۔**

آخر میں آپ نے فرمایا یہاں میں اجنبیت محسوس نہیں کرتا کیونکہ کثرت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو عربی زبان مادری زبان کی طرح بول سکتے ہیں۔

آپ کی تقریر کے بعد حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ نے صدارتی خطاب میں جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات کا تذکرہ فرمایا اور دعا پر یہ تقریر ختم ہوئی۔

(الفضل 11ہجرت 1331ھش بمطابق 11مئی 1952ء صفحہ 5)(تاریخ احمدیت جلد 15 صفحہ 119-120)

بعض عرب اخبارات کے جماعتی مساعی کے حق میں تبصرے

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض عربی اخبارات کے جماعت احمدیہ اور اس کی تبشیری سرگرمیوں اور تراجم قرآن کے بارہ میں تبصرہ جات بھی نقل کردیئے جائیں جو اس پورے عرصہ میں مختلف اخبارات ورسائل میں چھپے تھے۔

ایک نادر شہادت

✿......محمد المهدی الحکیم بن محمد التقی بن جعفر مؤلف کتاب ''مفتاح باب الأبواب'' نے مختلف فرقوں کی تاریخ اور ان کے بارہ میں حقائق جمع کئے ہیں۔ اپنی اس کتاب کے مصری طبعہ کے باب نہم میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں بھی چند جملے تحریر کئے ہیں جو مضمون میں اصل مقام پر درج ہونے سے رہ گئے ہیں اور ریکارڈ کی خاطر انہیں یہاں درج کیا جاتا ہے:

پہلے مؤلف موصوف اس بات کا ذکر کرتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے سوا مہدویت ومسیحیت کے کسی دعویدار کو کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

''و میرزا غلام أحمد الآن فی ۷۱ من عمره وهو صحیح الجسم واسع الصدر کریم النفس، یعرف اللغة الأردیة والفارسیة والعربیة۔''

یعنی مرزا غلام احمد کی عمر اس وقت ۷۱ سال ہے اور وہ بالکل تندرست ہیں، کشادہ سینہ ہے اور کریم النفس ہیں۔ آپ اردو اور فارسی کے علاوہ عربی زبان بھی جانتے ہیں۔

عیسائیت پر غلبہ کی شہادت

✿......اخبار ''الدفاع'' شمارہ نمبر 802 فروری 1937ء میں لکھتا ہے:

''الإسلام مازال یتوسع فی الإندونیسیا وإفریقیا وخصوصا علی طول ساحل الذهب ونیجیریا الشمالیة بل إنه زاد فی التوسع حتی دخل إلی جنوب نیجیریا التی تحتلها دولة مسیحیة فقد انتشر رجال الطائفة الأحمدیة وتمکنوا من بث دینهم هناک وتفوقوا بذلک علی رجال التبشیر المسیحی۔''

ابھی تک اسلام انڈونیشیا اور افریقہ اور خصوصاً گولڈ کوسٹ اور شمالی نائیجیریا میں بڑے پیمانے پر پھیل رہا ہے۔ بلکہ اب تو پہلے کی نسبت اور بھی وسعت اختیار کر گیا ہے حتی کہ جنوبی نائیجیریا کے اس علاقہ میں بھی داخل ہو گیا ہے جہاں پر عیسائی حکومت کا تسلط ہے۔ اس علاقے میں احمدیہ فرقہ کے لوگ پھیل گئے ہیں اور وہاں وہ اپنا دین اسلام پھیلانے میں کامیاب ہوگئے ہیں، نیز وہاں پر انہیں عیسائی مبلغین پر واضح برتری حاصل ہوگئی ہے۔

زندہ اور بیدار فرقہ

✿......**رسالہ** ''التمدن الإسلامی'' **دمشق نے لکھا:**

''اسلام کی طرف منسوب ہونے والے تمام فرقوں میں سے صرف قادیانی فرقہ ہی زندہ اور بیدار فرقہ ہے اس فرقہ کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ نہیں لیکن اس کے یورپ اور مشرق میں پھیلے ہوئے تبلیغی مشن، مساجد اور مدارس دیکھنے سے آپ کو یقین ہوجائے گا کہ سچا اور مخلص مومن کون ہے اور کاذب کون؟''

✿......**رسالہ ''العرفان'' نے لکھا:**

تبلیغ واشاعت اسلام سے متعلق جماعت احمدیہ کی جدوجہد کو ہم قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ وہ اعلائے کلمہء اسلام کا عظیم الشان کام کررہی ہے۔

(العرفان ذوالقعده ذوالحجه ۱۳۵۸ھ)

احیاء شریعت کے لئے کوشاں

✿......**احمد درویش زقزق شام نے 1946ء میں احمدی داعیان کی تبلیغی مساعی کے بارے میں لکھا:**

''خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ مَیں موجودہ زمانہ میں وہ پہلوان پاتا ہوں جو اسلامی شریعت کے احیاء کے لئے کمربستہ ہیں اور محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین کی نصرت کررہے ہیں۔''

(''الصراط المستقیم'' نے نمبر 126 (بغداد) سن 1947ء میں لکھا۔

''لم یستطع المسلمون نشر صحیفة واحدة بلغة أفرنجیة تبین حقائق الدین الإسلامی ولم یتمکن المسلمون إلی الیوم من تأسیس مسجد أو جمعیة فی بلد من بلاد أوروبا، مع أن القادیانیین الأحمدیین أسسوا مساجد کثیرة فی کثیر من بلاد أوروبا وأمریکا ولهم جمعیات فی تلک البلاد وهم ینشرون صحفا کثیرة باللغة الإنجلیزیة وغیرها.''

''مسلمانان عالم آج تک یورپین زبان میں دین اسلام کے حقائق پر مشتمل ایک اخبار بھی شائع نہیں کرسکے۔ انہیں آج تک یہ توفیق نہیں ملی کہ وہ یورپ کے کسی شہر میں مسجد یا مشن کی بنیاد رکھیں۔ **لیکن قادیانی احمدیوں نے امریکہ اور یورپ میں بہت سی مساجد تعمیر کی ہیں ان ممالک میں ان کے کئی مشن ہیں۔ انگریزی اور دیگر کئی زبانوں میں ان کے اخبارات بھی جاری ہیں''۔**

✿...... **اخبار ''آخر دقیقة'' دمشق** (بابت 18/ربیع الاول 1322ھ) نے لکھا ہے کہ:

''احمدیوں کی نسبت سب کو معلوم ہے کہ وہ دنیا بھر میں تبلیغِ اسلام کررہے ہیں۔ **احمدی ہمیشہ مذہبی گفتگو کرنے کے لئے تیار اور مخالفین اسلام کو ساکت کرنے اور ان کے شکوک وشبہات کا ازالہ کرنے کے لئے کمربستہ رہتے ہیں۔''**

احمدی مبلغین کو خراج عقیدت

✿......**مجلة الأزهر الشریف نے اپنے شمارہ الجزء الرابع ربیع الثانی ۱۳۶۵ھ میں یورپ میں تبلیغی جہاد کے لئے جانے والے مبلغین کرام کی آمد پر لکھا:**

''وصل إلی لفربول تسعة من المبشرین المسلمین یلبسون العمامة والملابس الشرقیة قادمین من بومبای وقد اعتزموا أن یشترکوا مع فریق آخر من العلماء وصلوا من قبل إلی بریطانیا أن ینشروا الدین الإسلامی فی الجزر البریطانیة والقارة الأوروبیة۔ وکلهم من طائفة الأحمدیة، وسیخصص ثلاثة من هؤلاء العلماء لبریطانیا ومثلهم لألمانیا واثنان لفرنسا وآخران لإسبانیا ومثلهما لإیطالیا۔''

لیورپول میں نو مسلم مبلغین پہنچے ہیں جنہوں نے پگڑیاں اور مشرقی لباس زیب تن کیا ہوا ہے، اور سب کے سب بمبئی سے تشریف لائے ہیں۔ **یہ نو مبلغین قبل ازیں تشریف لانے والے دیگر علماء کے ساتھ مل کر جزائر برطانیہ اور یورپ میں دین اسلام کی تبلیغ کے کام کے لئے پُرعزم ہیں۔ سب کے سب مبلغین کا تعلق احمدیہ فرقہ سے ہے۔** ان میں سے تین علماء برطانیہ میں تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیں گے جبکہ تین جرمنی میں، دو فرانس میں اور دو دو ہی سپین اور اٹلی میں تشریف لے جائیں گے۔

✿......اسی طرح کے ایک تبلیغی وفد کے بارہ میں **مصر کے ایک جریدہ ''أخبار الیوم'' نے اپنے شمارہ 68 بتاریخ 26/فروری 1946ء میں لکھا:**

''وفد علی أوروبا ثلاثة عشر مسلمًا هندیا لیبشروا أوروبا بدین الإسلام ولیبشروا أهل هذه القارة التی هدمتها وأشقتها المادیة العمیاء بهذه الدیانة الروحیة السمحة ویتألف هذا الوفد من جماعة من الشباب المؤمن بدینه المتحمس لنشره وأکبرهم سنا فی الرابعة والأربعین۔ وینزل هذا الوفد ضیفا علی مولانا شمس إمام مسجد لندن۔ وهو هندی مسلم تبحر فی دراسة الإسلام وقام علی رعایة شؤون الإسلام فی بریطانیا وأمکن أن یحول نفرا من الإنجلیز بعضهم من البارزین المثقفین إلی الدین الإسلامی---وتبدی الدوائر الدینیة فی أوروبا اهتماما خاصا بهذه الحرکة التی لم یسبق لها مثیل ویبدو أنهم یخشون أن تنجح فی تحویل عدد کبیر من أبناء أوروبا إلی الدین الإسلامی فی وقت تزعزعت فیه عقیدة کثیرة من الناس حتی اضطرت الکنیسة الإنجلیزیة أن ترصد ملیونا من الجنیهات للتبشیر بالمسیحیة بین أهل بریطانیا أنفسهم۔''

تیرہ ہندوستانی مسلمانوں پر مشتمل ایک وفد اہل یورپ میں تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دینے کیلئے پہنچا ہے، تا کہ اس براعظم کو جسے اندھی مادیت نے روحانی طور پر پاش پاش کردیا ہے اسلام کی دینی روحانی اور تحمل ورواداری پر مشتمل تعالیم کی تبلیغ کریں۔ یہ وفد نوجوان مبلغین پر مشتمل ہے جو اپنے دین کی تبلیغ کے لئے پرجوش ہیں۔ ان میں سے سب سے بڑے ممبر کی عمر 44 سال ہے۔ یہ وفد مولانا شمس صاحب امام مسجد لندن کے ہاں مہمان کے طور پر ٹھہرے گا جنہوں نے اسلامی تعلیمات کا نہایت گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا ہوا ہے اور برطانیہ میں اسلامی امور کی انجام دہی کے فریضہ پر مامور ہیں۔ آپ برطانیہ میں انگریزوں کی ایک جماعت کو دین اسلام سے روشناس کرانے میں کامیاب ہوئے ہیں جن میں سے کئی نامور تعلیم یافتہ شخصیات بھی ہیں۔

یورپ کے دینی حلقوں میں اس بے نظیر جماعت (احمدیت) کو بہت اہمیت اور خاص مقام دیا جارہا ہے۔ اور ایسے لگتا ہے کہ **اہل یورپ اس بات سے خائف ہیں کہ کہیں یہ جماعت بڑی تعداد میں یورپین لوگوں کو دین اسلام میں داخل نہ کرلے،** خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ اکثر لوگوں کے عقیدہ کو زبردست دھچکا لگا ہوا ہے حتی کہ انگریزی کلیسا کو کئی ملین سٹرلنگ پونڈ اہل برطانیہ میں ہی عیسائیت کی تعلیم وتبلیغ کے لئے مختص کرنے پڑے ہیں۔

✿......اخبار ''الجزیرة'' عمان (اردن) مورخہ 12/جون 1949ء لکھتا ہے:

''نری من واجبنا الاعتراف بنشاط دعاة الحرکة الأحمدیة وما یبذلون من الجهود فی سبیل نشر الدیانة الإسلامیة ولا سیما فی مجاهل أفریقیا وأواسطها وفی أمریکا۔''

''ہم اس بات کا اعتراف کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے مبلغین بڑی ہمت اور تندہی سے اپنا کام کرتے ہیں اور اسلام کے پھیلانے کے لئے بہت جدوجہد کررہے ہیں۔ افریقہ کے غیر آباد علاقوں اور وسط افریقہ اور امریکہ میں تو ان کی یہ کوششیں اور بھی زیادہ ہیں۔''

✿...... **اخبار ''الفتح'' قاہرہ نے اپنے شمارہ بتاریخ 30/ربیع الثانی 1351ھ میں اُمیر عادل ارسلان کا مضمون شائع کیا جس میں انہوں نے لکھا:**

''أما القادیانیة فهم کمبشرین البروتستانت والکاثولیک ذوو نشاط وغیرة دینیة وقد رأیت بعض دعاتهم فی الولایات المتحدة وعلمت أن أتباعهم لا یقلون عن مئتَی ألف ولو کان دعاتهم بیض اللون لبلغ أتباعهم الملایین ولکن هنود سود، واللون فی أمریکا هو کل شیء۔''

جہاں تک قادیانی فرقہ کا تعلق ہے تو وہ عیسائی فرقوں پروٹسٹنٹ اور کیتھولک کی طرح بہت فعال اور دینی غیرت رکھنے والے ہیں۔ مَیں امریکا میں ان کے بعض مبلغین سے ملا ہوں اور ان سے مجھے معلوم ہوا کہ انکی تعداد دولاکھ سے کم نہیں ہے۔ اگر ان کے مبلغین سفید فام ہوتے تو آج ان کے پیروکاروں کی تعداد ملینز تک پہنچ چکی ہوتی۔ لیکن انڈین تو سیاہی مائل رنگ کے ہوتے ہیں جبکہ امریکا میں تو رنگ ہی سب کچھ ہے۔

✿...... **نیویارک سے عربی زبان میں شائع ہونے والے اخبار ''البیان'' نے اپنی 17/مئی 1932ء کی اشاعت میں صوفی مطیع الرحمٰن بنگالی صاحب کے بارہ میں لکھا:**

''إن سماحة المفتی صوفی مطیع الرحمن البنغالی أحد دعاة الأحمدیة فی شیکاغو قد زار مؤخرا بعض المدن الأمریکیة ......وألقی عدة محاضرات علی ألوف من الناس فی نوادیها فی موضوع الدین الإسلام وکان الإقبال علی سماع محاضراته عظیما وأسفرت نتیجة مساعیه التبشیریة عن نجاح کبیر حیث اعتنق الإسلام ثمانیة عشر رجلا علی یده۔''

جناب صوفی مطیع الرحمٰن بنگالی صاحب جو کہ احمدیت کے مبلغین میں سے ایک ہیں نے پچھلے دنوں امریکہ کے بعض شہروں کا دورہ کیا...... اور ان شہروں کے مختلف کلبوں اور مجالس میں کئی ہزار افراد کے مجمعوں میں دین اسلام کے موضوع پر کئی لیکچر دیئے۔ انکے لیکچر سننے کے لئے آنے والوں کا جوش قابل دید تھا۔ انکی تبلیغی کوششیں بہت بڑی کامیابی کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں چنانچہ اس دورہ کے دوران 18 افراد ان کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

(باقی آئندہ)

✿✿✿✿✿✿

خطبہ جمعہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کے وہ پہلوان ہیں جن کو خود خدا تعالیٰ نے جری اللہ کہہ کر مخاطب فرمایا ہے۔

پیشگوئی مصلح موعود کی اہمیت و افادیت کا پُر معارف بیان

یہ نشان مُردوں کو زندہ کرنے سے صدہا درجہ بہتر ہے۔

پیشگوئی مصلح موعود اسلام کی سچائی اور آنحضرت ﷺ کی صداقت کا ایک خاص نشان ہے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی غیر معمولی اسلامی خدمات پر غیروں کا خراج تحسین

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ 20 رفروری 2008ء بمطابق 20 تبلیغ 1387 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح ،لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کررہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کے وہ پہلوان ہیں جن کو خود خدا تعالیٰ نے جری اللہ کہہ کر مخاطب فرمایا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ خطاب آپ کو کیوں عطا فرمایا؟ اس لئے کہ بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ، آنحضرت ﷺ اور اسلام کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی اور آپ اسلام کے دفاع کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ ہر مذہب کے بارہ میں آپ کا گہرا مطالعہ اور علم تھا اور ہر مذہب کے مقابل پر اسلام کی برتری ثابت کرنے کے لئے آپ ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ جب ہندوستان میں عیسائی مشنریز کا زور ہوا اور اسلام اور بانی اسلام ﷺ کے خلاف سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں۔ اس زمانہ میں لاتعداد پمفلٹ اور اشتہارات تقسیم ہوئے جس نے مسلمانوں کو عیسائیت کی جھولی میں ڈالنا شروع کر دیا اور جو عیسائیت میں شامل نہیں ہوئے ان میں سے لاتعداد مسلمان ایسے تھے جن کے ذہنوں میں اسلام کی تعلیم کے خلاف شبہات پیدا ہونے لگے۔ اور پھر عیسائیت کے اس حملے کے ساتھ ہی آریہ سماج اور برہمو سماج اٹھے۔ یہ تحریکیں بھی پورے زور سے شروع ہوئیں اور مسلمانوں کا اس وقت یہ حال تھا کہ بجائے اس کے کہ دوسرے مذاہب کا مقابلہ کریں آپس میں دست و گریباں تھے ایک دوسرے پر تکفیر کے فتوے لگا رہے تھے۔ اس وقت اسلام کی اس نازک حالت پر اگر کوئی حقیقت میں فکر مند تھا اور اسلام کا دفاع کرنا چاہتا تھا تو وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام تھے۔ اس وقت اسلام پر جو حملے ہو رہے تھے آپ نے ان سب کے توڑ کے لئے ایک کتاب لکھی جس کا نام براہین احمدیہ رکھا جس میں آپ نے قرآن کریم کو کلام الٰہی اور ہر لحاظ سے مکمل کتاب کے طور پر پیش کیا اور اسی طرح آنحضرت ﷺ کی نبوت اور آپ کا افضل ہونا ثابت کیا اور ناقابل تردید دلائل سے ثابت کیا۔ جس نے تمام مذاہب جو اسلام کے مقابلہ پر تھے اُن کو ہلا کر رکھ دیا اور وہ اسلام کے خلاف ہر قسم کے اوچھے اور گھٹیا حملے کرنے میں اور زیادہ تیز ہو گئے۔ آپ کے اس نئے انداز نے جو آپ نے براہین احمدیہ میں پیش فرمایا اور آپ کا اسلام کے دفاع کا، اسلام کی تعلیم کی خوبصورتی بیان کرنے کا جو طریق تھا اس کو بہت سے مسلمان علماء نے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ لیکن جب آپ نے اشتہاروں وغیرہ کے ذریعہ سے اسلام کے پیغام کو مزید وسعت دی تو مسلمانوں کا بھی ایک طبقہ آپ کے خلاف ہو گیا اور غیروں کے ساتھ مل کر آپ کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی۔ آپؑ نے اُس زمانہ میں اسلام کا پیغام جس جوش سے دنیا تک پہنچایا اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے اور آپ کے ایک صحابی حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب کے حوالہ سے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے یہ بیان کیا ہے کہ اُس وقت آپ نے 20 ہزار کی تعداد میں اشتہار چھپوایا اور دنیا کے مختلف حصوں میں جہاں بھی اس زمانہ میں ڈاک جا سکتی تھی تمام بادشاہوں اور ارباب حکومت کو، وزیروں کو، مدبرین کو، مصنفین کو، علماء کو، نوابوں وغیرہ کو وہ اشتہار بھجوایا۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب آپ کا دعویٰ مسیحیت نہیں تھا بلکہ مجدد کے طور پر آپؑ نے پیغام دیا تھا اور اسلام کی خوبیاں بیان کی تھیں۔ بہرحال اس پیغام سے جب یہ دنیا میں مختلف جگہوں پر گیا تھا تو دنیا کے لوگوں میں ایسی خاص کوئی ہل جل پیدا نہیں ہوئی لیکن ہندوستان کے اندر جو دوسرے مذاہب تھے جن کا اندازہ تھا کہ اب ہم نے مسلمانوں کو اپنے اندر سمیٹا ہی سمیٹا، ان پر ایک زلزلہ آ گیا۔ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ اسلام کے دفاع میں ایک کتاب لکھی گئی ہے اور اب براہ راست مقابلہ کے لئے اور اسلام کی عظمت بیان کرنے کے لئے اشتہارات بھی تقسیم کئے جا رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ غیر مسلم جو بھی حربہ اسلام کے خلاف استعمال کر سکتے تھے انہوں نے کیا۔ جیسا کہ مَیں نے کہا بعض مسلمان بھی اپنی کینہ پروری کی وجہ سے ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگے اور آپ کے خلاف ہو گئے۔ بہرحال اس صورت حال میں آپ نے بڑے درد سے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں کہ مَیں تیرے آخری اور کامل دین اور حضرت خاتم الانبیاء ﷺ جو تیرے بہت زیادہ پیارے ہیں ان کے دفاع کے لئے سب کچھ کر رہا ہوں اس لئے اے اللہ تُو میری مدد کر۔ اور اس سوچ کے ساتھ آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ایک چلہ کشی کریں۔ یعنی چالیس دن تک علیحدہ ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ سے خاص دعائیں کریں تا کہ خدا تعالیٰ سے اسلام کی سچائی اور آنحضرت ﷺ کی صداقت کا خاص تائیدی نشان مانگیں۔ اس کے لئے پہلے آپ نے استخارہ کیا کہ کس جگہ پر چلہ کشی کی جائے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ بتایا گیا کہ یہ چلہ کشی کا مقام ہوشیار پور ہو گا۔ چنانچہ آپ نے اس مقصد کے لئے ہوشیار پور کا سفر اختیار کیا۔ آپ کے ساتھ اس وقت تین ساتھی تھے جن میں ایک تو مولوی عبداللہ سنوری صاحب تھے، حافظ حامد علی صاحب تھے اور فتح خان صاحب تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک دوست شیخ مہر علی صاحب کو جو ہوشیار پور کے تھے خط لکھا کہ مَیں وہاں دو ماہ کے لئے آ رہا ہوں۔ میرے لئے ایک علیحدہ گھر کا انتظام کر دیں تا کہ علیحدگی میں صحیح طرح خدا تعالیٰ کی عبادت ہو سکے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو بھی کہہ دیا کہ اس عرصہ میں کوئی مجھے نہ ملے اور کسی قسم کی ملاقاتیں نہیں ہوں گی۔ بہرحال شیخ صاحب نے اپنا ایک مکان جو شہر سے باہر تھا اس میں آپ کا انتظام کروا دیا۔ آپ وہاں چلّہ کشی کے لئے 22 جنوری 1886ء کو پہنچے اور دوسری منزل میں جا کر اپنے ٹھہرنے کا فیصلہ فرمایا اور اپنے ساتھیوں کو ہدایت کر دی۔ (جیسا کہ بعد میں انہوں نے بتایا) کہ نہ کوئی مجھے ملے اور نہ تم لوگوں نے مجھ سے کوئی بات کرنی ہے حتیٰ کہ کھانے وغیرہ کے لئے جب کھانا لے کر آؤ تو میرے کمرے میں رکھ دینا۔ جب مَیں نے کھانا ہو گا کھا لوں گا۔

بہرحال اس چلّہ کے دوران اللہ تعالیٰ نے آپ پر بہت سے انکشافات فرمائے۔ چنانچہ 20 فروری 1886ء کو آپ نے وہیں سے ایک اشتہار شائع فرمایا اور اسے مختلف علاقوں میں بھجوایا۔ اس میں بہت ساری پیشگوئیاں تھیں جو اللہ تعالیٰ نے بڑی شان سے آپ کی زندگی میں پوری کیں اور بعد میں بھی

پوری کرتا گیا۔ جماعت میں 20 فروری کے حوالہ سے ہر سال ایک جلسہ منعقد کیا جاتا ہے۔ اس لئے میں اس اس کی اہمیت اور کس شان سے یہ پیشگوئی پوری ہوئی یعنی پیشگوئی حضرت مصلح موعود۔ اس کا کچھ ذکر کروں گا۔

آج بھی اتفاق سے 20 فروری ہے۔ یہ جو پیشگوئی تھی یہ آپ نے اپنے ایک بیٹے کی پیدائش اور اس کی خصوصیات کے بارے میں کی تھی اور جیسا کہ میں نے شروع میں ذکر کیا ہے کہ موعود بیٹے کی پیدائش کی پیشگوئی آپ نے انہی دعاؤں کے دوران اللہ تعالیٰ سے علم پا کر کی تھی جب آپ اللہ تعالیٰ سے اسلام اور بانی اسلام ﷺ کی صداقت کا نشان دشمنان اسلام کا منہ بند کرنے کے لئے مانگ رہے تھے۔ پس یہ پیشگوئی کوئی معمولی پیشگوئی نہیں ہے بلکہ یہ پیشگوئی بھی اور اس پیشگوئی کا مصداق بھی اس زمانے میں اسلام کی عظمت ثابت کرنے کا ایک نشان ہے۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک تقدیر ہے کہ 1889ء میں جس سال حضرت مسیح موعودؑ کو بیعت لینے کا اذن ہوا اسی سال میں اس پیشگوئی کا مصداق موعود بیٹا پیدا ہوا۔ بہرحال اس پیشگوئی کے الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔ آپ نے جو اشتہار دیا اس میں فرمایا کہ:

''پہلی پیشگوئی جو خود اس احقر کے متعلق ہے آج 20 فروری 1886ء میں جو مطابق 15 جمادی الاوّل ہے برعایت ایجاز و اختصار کلمات الہامیہ نمونہ کے طور پر لکھی جاتی ہے اور مفصل رسالہ میں درج ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ''۔ فرمایا ''پہلی پیشگوئی بِالْھَامِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاِعْلَامِہٖ عَزَّوَجَلَّ خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے (جَلَّ شَانُہٗ وَعَزَّ اسْمُہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں وہ موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک ذکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عَنْمُوَائِیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا'' لکھا ہے'' (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْھَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مَظْھَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ۔ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضا مندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا۔

(اشتہار 20 فروری 1886ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 100-103۔ مطبوعہ لندن)

یہ پیشگوئی کے الفاظ ہیں اور اگر اس کی جزئیات میں جائیں تو یہ تقریباً 52 پوائنٹس بنتے ہیں اور پیشگوئی کے بارے میں جو بعض دوسرے الہامات تھے ان کو اگر شامل کریں تو حضرت مصلح موعودؓ نے خود ہی ایک جگہ 59 پوائنٹس بھی لکھے ہیں۔ تو یہ ہے وہ عظیم پیشگوئی جس کے پورا ہونے کے لئے آپ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر یہ بتایا کہ 9 سال کے عرصہ میں یہ لڑکا پیدا ہوگا اور ان خصوصیات کا حامل ہوگا جو میں نے بیان کی ہیں۔ تفصیل بیان کی تو وقت زیادہ ہو جائے گا اس لئے مختصراً یہ بیان کر رہا ہوں۔

اس پیشگوئی کے کچھ عرصہ بعد جب آپ نے اشتہار شائع کر دیا اور اعلان ہوا تو آپ کے ہاں ایک بچی کی ولادت ہوئی جس کا نام عصمت تھا۔ اس پر مخالفین نے بہت شور مچایا کہ آپ کی پیشگوئی غلط ثابت ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تو معیّن عرصہ دیا تھا اور یہ نہیں کہا تھا کہ فوری طور پر پیدائش ہوگی۔ بہرحال پھر کچھ عرصہ کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا اس کا نام بشیر رکھا گیا اور یہ بشیر اوّل کہلاتے ہیں۔ لیکن کچھ عرصہ بعد بچپن میں ہی ان کی بھی وفات ہو گئی تو مخالفین نے اس پر بڑا شور مچایا بلکہ ان دونوں بچوں کی پیدائش سے پہلے جب آپ نے پیشگوئی کی تھی تو پنڈت لیکھرام نے بڑے گھٹیا الفاظ میں آپ کی پیشگوئی کے ہر فقرے کے مقابلہ پر آپ کی اس پیشگوئی کے ردّ کے فقرے کہے تھے۔ مثلاً ایک فقرہ پیشگوئی کا یہ ہے کہ ''ایک ذکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل سے ہوگا''۔ اس کے مقابلے پر لیکھرام نے لکھا کہ مجھے بھی خدا نے بتایا ہے کہ آپ کی ذریت بہت جلد منقطع ہو جائے گی۔ غایت درجہ (زیادہ سے زیادہ) تین سال تک شہرت رہے گی نیز اگر کوئی لڑکا پیدا ہوگا تو وہ رحمت کا نشان نہیں زحمت کا نشان (نعوذ باللہ) ہوگا۔ اور بہت سی خرافات تھیں۔

مصلح موعود کی پیشگوئی پورا ہونے کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو یہ وعدہ فرمایا تھا کہ اب تیری نسل تجھ سے ہی دنیا میں پھیلے گی تو آج اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جسمانی اولاد کو بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا بھر میں پھیلا یا ہوا ہے۔ اور لیکھرام کی اولاد کا تو پتہ نہیں کہ وہ کہیں ہے بھی کہ نہیں اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو روحانی اولاد ہے وہ دنیا میں ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے۔ ہر ملک میں یہ ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں۔ بہرحال بشیر اوّل کے فوت ہونے پر دشمن نے اور بھی تالیاں بجائیں بڑے خوش ہوئے اور لیکھرام کے جو چیلے تھے مزید اچھلنے لگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارہا کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے جو عرصہ بتایا ہے اس کا انتظار کرو۔ اگر کہو کہ یہ لمبا عرصہ ہے تو کون یہ ضمانت دے سکتا ہے کہ اتنی زندگی ہو بھی سکتی ہے کہ نہیں کجا یہ کہ بیٹے کی پیشگوئی ہو۔ پھر بیٹے کے بارہ میں بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ کہہ دیا، تکا لگا دیا۔ لوگوں کے بھی بیٹے ہوتے ہیں۔ بیٹیاں بھی ہوتی ہیں۔ اپنی زندگی کے بارہ میں فرمایا کہ اس وقت تک زندگی بھی رہے گی۔ یا پھر یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ کیا فرق پڑتا ہے بات ہی کرنی ہے۔ جس طرح لیکھرام نے اپنی طرف سے الہام بنا کر پیش کر دیا ہے آپ نے بھی کر دیا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ بیٹے کے ساتھ نشانات بھی ہیں۔ جب وہ نشانات پورے ہوں گے تو دنیا خود جان لے گی کہ اعلان کرنے والا یقیناً خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر اعلان کرنے والا ہے جو حق ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

''جن صفات خاصہ کے ساتھ لڑکے کی بشارت دی گئی ہے کسی لمبی میعاد سے گو نو برس سے بھی دو چند ہوتی اس کی عظمت اور شان میں کچھ فرق نہیں آ سکتا۔ بلکہ صریح دلی انصاف ہر یک انسان کا شہادت دیتا ہے کہ ایسے عالی درجہ کی خبر جو ایسے نامی اور اخص آدمی کے تولد پر مشتمل ہے، انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 116-117)

یعنی صرف لڑکے کی خبر نہیں دی بلکہ ایک ایسے لڑکے کی خبر دی ہے جو اس عرصہ میں پیدا ہوگا، عمر پائے گا، اسلام کی خدمت کرے گا۔ آنحضرت ﷺ کے نام کو پھیلائے گا اور پھر زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ بہرحال دشمنان اسلام کی طرف سے مختلف اعتراضات ہوتے رہے۔ 9 سال کی مدت پر بھی جیسا کہ میں نے کہا اعتراض ہوا اور بشیر اوّل کی وفات پر دشمن بڑا خوش تھا۔ بشیر اول کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''دوسری نکتہ چینی مخالفوں کی یہ ہے کہ لڑکا جس کے بارے میں پیشگوئی 8/اپریل 1886ء کے اشتہار میں کی تھی وہ پیدا ہو کر صغرسنی (چھوٹی عمر) میں فوت ہو گیا۔ اس کا مفصل جواب اسی تقریر میں مذکور ہے اور خلاصہ جواب یہ ہے کہ آج تک ہم نے کسی اشتہار میں نہیں لکھا کہ یہ لڑکا عمر پانے والا ہوگا اور نہ یہ کہا کہ یہی مصلح موعود ہے''۔ یعنی جو لڑکا پیدا ہوا تھا بشیر اول وہی عمر پانے والے یا مصلح موعود ہیں۔'' بلکہ ہمارے اشتہار 20 فروری 1886ء میں بعض ہمارے لڑکوں کی نسبت یہ پیشگوئی موجود تھی کہ وہ کم عمری میں فوت ہوں گے۔ پس سوچنا چاہئے کہ اس لڑکے کی وفات سے ایک پیشگوئی پوری ہوئی یا جھوٹی نکلی۔ بلکہ جس قدر ہم نے لوگوں میں الہامات شائع کئے اکثر ان کے اس لڑکے کی وفات پر دلالت کرتے تھے۔ چنانچہ 20 فروری 1886ء کے اشتہار کی یہ عبارت کہ ایک خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے''۔ یہ جو پیشگوئی میں نے پڑھی اس کے یہ الفاظ تھے۔ فرماتے ہیں'' یہ مہمان کا لفظ درحقیقت اسی لڑکے کا نام رکھا گیا تھا اور یہ اس کی کم عمری اور جلد فوت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ مہمان وہی ہوتا ہے جو چند روزہ کر چلا جاوے اور دیکھتے دیکھتے رخصت ہو جاوے اور جو قائم مقام ہو اور دوسروں کو رخصت کرے اس کا نام مہمان نہیں ہو سکتا اور اشتہار مذکور کی یہ عبارت کہ وہ رجس سے (یعنی گناہ سے) بکلّی پاک ہے۔ یہ بھی اس کی صغرسنی کی وفات پر دلالت کرتی ہے''۔ (چھوٹی عمر میں وفات پر دلالت کرتی ہے)'' اور یہ دھوکہ کھانا نہیں چاہئے کہ جس پیشگوئی کا ذکر ہوا ہے وہ مصلح موعود کے حق میں ہے۔ کیونکہ بذریعہ الہام صاف طور پر کھل گیا ہے کہ یہ سب عبارتیں پسر متوفّی کے حق میں ہیں اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا'' (پہلے جو تین چار لائنوں کے الفاظ ہیں وہ بشیر اول کے بارہ میں ہیں۔ مصلح موعود کی جو پیشگوئی ہے وہ اس لفظ سے شروع ہوتی ہے۔

الفاظ اس کے یہی ہیں ۔فرمایا کہ ’’ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے اور ضرور تھا کہ اس کا آنا معرض التواء میں رہتا جب تک یہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے، پیدا ہو کر پھر واپس اٹھایا جاتا کیونکہ یہ سب امور حکمت الٰہیہ نے اس کے قدموں کے نیچے رکھے تھے اور بشیر اول جو فوت ہو گیا ہے بشیر ثانی کے لئے بطور ارہاص تھا۔ اس لئے دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا‘‘ ۔(سبز اشتہار۔ روحانی خزائن جلد نمبر 2 صفحہ 466-467۔حاشیہ)

بہرحال 12 جنوری 1889ء کو پیشگوئی کے تین سال کے بعد یہ لڑکا پیدا ہوا جن کا نام مرزا بشیر الدین محمود احمد رکھا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کتاب سر الخلافہ میں (یہ کتاب 1894ء میں لکھی گئی تھی) تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’ میرا ایک چھوٹا بیٹا جس کا نام بشیر تھا‘‘ (بشیر اول مراد ہے) ’’ اللہ تعالیٰ نے اسے شیر خواری میں ہی وفات دے دی ۔..........تب مجھے اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا کہ ہم اسے از راہ احسان تمہارے پاس واپس بھیج دیں گے۔ ایسا ہی اس بچے کی والدہ نے رؤیا میں دیکھا کہ بشیر آ گیا ہے اور کہتا ہے کہ مَیں آپ سے نہایت محبت کے ساتھ ملوں گا اور جلد جدا نہ ہوں گا اور اس الہام اور رؤیا کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے دوسرا فرزند عطا فرمایا۔..........تب مَیں نے جان لیا کہ یہ وہی بشیر (موعود) ہے اور خدا تعالیٰ اپنے وعدں میں سچا ہے۔ چنانچہ مَیں نے اس بچے کا نام بشیر ہی رکھا اور مجھے اس کے جسم میں بشیر اوّل کا حلیہ دکھائی دیتا ہے‘‘ ۔

(سر الخلافۃ۔ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 381 ۔عربی سے ترجمہ)

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عظیم فرزند کی ذات میں، حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کی ذات میں، جو بشیر ثانی ہیں، پیشگوئی مصلح موعود بڑی شان سے پوری ہوئی۔ جس کا اظہار ایک دنیا نے کیا۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات کے بعد خلیفہ بنے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے 52 سال آپ کی خلافت رہی اور آپ کے زمانہ میں جماعت نے جس طرح ہندوستان سے باہر نکل کر ترقی کی ہے یہ بھی اس پیشگوئی کی سچائی کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ کے دور کا احاطہ کریں تو ایک وقت میں اس بارہ میں کچھ کہنا مشکل کیا ناممکن ہے۔ لیکن اس وقت مَیں پیشگوئی کے پورا ہونے کے جو خاص نشانات ہیں اور اس سلسلہ میں بعض واقعات حضرت مصلح موعود کی اپنی زبان میں اور جو غیروں نے بیان کئے وہ بیان کروں گا۔ یہاں یہ بھی بتا دوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جو مصلح موعود تھے اس وقت تک اپنے بارے میں اعلان نہیں فرمایا کہ میں مصلح موعود ہوں جب تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا نہیں دیا اور پھر اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر 1944ء میں آپ نے اعلان فرمایا کہ مَیں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں اور مَیں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کے ذریعہ سے اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا اور توحید دنیا میں قائم ہو گی۔ پہلے اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی بعض شہادتیں جو غیروں کی ہیں وہ پیش کر دیتا ہوں۔

ایک معزز غیر احمدی عالم مولوی سمیع اللہ خاں صاحب فاروقی نے قیام پاکستان سے پہلے ’’ اظہار حق‘‘ کے نام سے ایک ٹریکٹ میں لکھا کہ ’’ آپ کو (یعنی مسیح موعود کو) اطلاع ملتی ہے کہ مَیں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا اور اس کے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی قبول کریں گے‘‘ ۔اس پیشگوئی کو پڑھو اور بار بار پڑھو اور پھر ایمان سے کہو کہ کیا یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ جس وقت یہ پیشگوئی کی گئی ہے اس وقت موجودہ خلیفہ ابھی بچہ ہی تھے اور مرزا صاحب کی جانب سے انہیں خلیفہ مقرر کرانے کے لئے کسی قسم کی وصیت بھی نہ کی گئی تھی بلکہ خلافت کا انتخاب رائے عامہ پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ چنانچہ اس وقت اکثریت نے (حضرت) حکیم نور الدین صاحب (رضی اللہ عنہ) کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ جس پر مخالفین نے محولہ صدر پیشگوئی کا مذاق بھی اڑایا لیکن حکیم صاحب کی وفات کے بعد مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ مقرر ہوئے اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کے زمانے میں احمدیت نے جس قدر ترقی کی وہ حیرت انگیز ہے۔ خود مرزا صاحب کے وقت میں احمدیوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ خلیفہ نور الدین صاحب کے وقت میں بھی خاص ترقی نہ ہوئی تھی لیکن موجودہ خلیفہ کے وقت میں مرزائیت قریباً دنیا کے ہر خطے تک پہنچ گئی اور حالات یہ بتلاتے ہیں کہ آئندہ مردم شماری میں مرزائیوں کی تعداد 1931ء کی نسبت دگنی سے بھی زیادہ ہو گی۔ بحالیکہ اس عہد میں مخالفین کی جانب سے مرزائیت کے استیصال کے لئے جس قدر منظّم کوششیں ہوئیں ہیں پہلے کبھی نہیں ہوتی تھیں‘‘ ۔

(یہ ایک غیر از جماعت کے تاثرات ہیں کچھ نہ کچھ حق تو لکھنا جانتے تھے۔ آج کل کے علماء کی طرح بالکل ہی اندھے نہیں تھے۔) ۔

’’ الغرض آپ کی ذریت میں سے ایک شخص پیشگوئی کے مطابق جماعت کے لئے قائم کیا گیا اور اس کے ذریعہ جماعت کو حیرت انگیز ترقی ہوئی۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی من وعن پوری ہوئی‘‘ ۔

(’’اظہار الحق‘‘ صفحہ 16۔بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 286-287)

پھر ایک غیر مسلم صحافی ارجن سنگھ جو ’’ رنگین‘‘ اخبار امرتسر کے ایڈیٹر تھے، لکھتے ہیں کہ ’’ مرزا صاحب نے 1901ء میں جبکہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب موجودہ خلیفہ ابھی بچہ ہی تھے یہ پیشگوئی کی تھی۔ (انہوں نے 1901ء میں لیا ہے۔ اس لئے انہوں نے درثمین کے شعر دیئے ہیں) ۔

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا ☆ جو ہوگا ایک دن محبوب میرا

کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا ☆ دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا‘‘

کہتے ہیں ’’ یہ پیشگوئی بے شک حیرت پیدا کرنے والی ہے۔ 1901ء میں نہ میرزا بشیر الدین محمود احمد کوئی بڑے عالم و فاضل تھے اور نہ آپ کی سیاسی قابلیت کے جوہر کھلے تھے۔ اس وقت یہ کہنا کہ تیرا ایک بیٹا ایسا اور ایسا ہوگا، ضرور روحانی قوت کی دلیل ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ مرزا صاحب نے ایک دعویٰ کر کے گدّی کی بنیاد رکھ دی تھی اس لئے آپ کو یہ گمان ہو سکتا تھا کہ میرے بعد میری جانشینی کا سہرا میرے لڑکے کے سر پر رہے گا لیکن یہ خیال باطل ہے اس لئے کہ میرزا صاحب نے خلافت کی یہ شرط نہیں رکھی کہ وہ ضرور میرزا صاحب کے خاندان سے اور آپ کی اولاد سے ہی ہو۔ چنانچہ خلیفہ اوّل ایک ایسے صاحب ہوئے جن کا مرزا صاحب کے خاندان سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ پھر بہت ممکن تھا کہ مولوی حکیم نور الدین صاحب خلیفہ اوّل کے بعد بھی کوئی اور صاحب خلیفہ ہو جاتے چنانچہ اس موقع پر بھی مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور خلافت کے لئے امیدوار تھے لیکن اکثریت نے میرزا بشیر الدین صاحب کا ساتھ دیا اور اس طرح آپ خلیفہ مقرر ہو گئے۔

اب سوال یہ ہے (خود لکھتے ہیں یہ ارجن سنگھ صاحب) کہ اگر بڑے میرزا صاحب کے اندر کوئی روحانی قوت کام نہ کر رہی تھی تو پھر آخر آپ یہ کس طرح جان گئے کہ میرا ایک بیٹا ایسا ہوگا۔ جس وقت میرزا صاحب نے مندرجہ بالا اعلان کیا ہے اس وقت آپ کے تین بیٹے تھے۔ آپ تینوں کے لئے دعائیں بھی کرتے تھے لیکن پیشگوئی صرف ایک کے متعلق ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ایک فی الواقعہ ایسا ثابت ہوا ہے کہ اس نے ایک عالم میں تغیر پیدا کر دیا ہے‘‘ ۔(رسالہ ’’خلیفہ قادیان‘‘ طبع اول صفحہ 7-8۔ از ارجن سنگھ ایڈیٹر ’’رنگین‘‘ امرتسر۔بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 287-288)

پھر پسر موعود کے بارے میں اس پیشگوئی میں ایک یہ بات بھی تھی کہ ’’ تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو‘‘ ۔ اس میں بھی غیروں کی شہادت دیکھیں کیا ہے۔

زمیندار اخبار میں مولوی ظفر علی خاں صاحب نے لکھا ہے۔ یہ مشہور مصنف مسلم لیڈر تھے اور بڑے زبردست مقرر تھے۔ کہتے ہیں۔ ’’ کان کھول کر سن لو۔ تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے ۔ مرزا محمود کے پاس قرآن ہے اور قرآن کا علم ہے۔ تمہارے پاس کیا دھرا ہے۔..........تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا۔..........مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے اشارہ پر اس کے پاؤں پر نچھاور کرنے کو تیار ہے..........مرزا محمود کے پاس مبلغ ہیں۔ مختلف علوم کے ماہر ہیں۔ دنیا کے ہر ملک میں اس نے جھنڈا گاڑ رکھا ہے۔ (’’ایک خوفناک سازش‘‘۔ صفحہ 196۔ مظہر علی اظہر۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 288)

پھر اولوالعزم ہونے اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کئے جانے کے بارہ میں غیروں کی شہادت ہے۔ خواجہ حسن نظامی دہلوی ایک مشہور صحافی ہیں ان کی شہادت ہے۔ انہوں نے آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ ’’ اکثر بیمار رہتے ہیں‘‘ ۔ حضرت مصلح موعودؓ بچپن سے ہی بیمار تھے خود انہوں نے لکھا ہے کہ مَیں بچپن سے ہی بہت کمزور تھا آنکھوں کی بیماری تھی۔ پڑھ نہیں سکتا تھا۔ آنکھیں اتنا ابل جاتی تھیں کہ نظر ہی کچھ نہیں آتا تھا۔ استاد میری شکایت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس کرتے تھے بلکہ ایک دن حضرت میر ناصر نواب صاحب نے شکایت کی کہ اس کو حساب نہیں آتا، یا اس کو پڑھنا نہیں آتا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہنس کے ٹال دیا کرتے تھے کہ ہم نے اس سے کوئی کاروبار نہیں کروانا اور نوکری نہیں کروانی۔ اور حضرت خلیفہ اولؓ سے پوچھا کرتے تھے کہ کیوں آپ کیا کہتے ہیں؟ وہ کہتے تھے۔ نہیں بالکل ٹھیک ہے۔ بہرحال جو ظاہری دنیاوی تعلیم تھی وہ کسی قسم کی آپ نے نہیں لی بلکہ دینی تعلیم بھی حضرت خلیفہ اوّل کی مطب میں بیٹھ کر صرف لیکچر میں سنا کرتے تھے۔ تو یہ ہے علوم ظاہر و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اس بارہ میں خواجہ حسن نظامی لکھتے ہیں۔ کہ ’’ اکثر بیمار رہتے ہیں مگر بیماریاں ان کی عملی مستعدی میں رخنہ نہیں ڈال سکتیں۔ انہوں نے مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان کے ساتھ کام کر کے اپنی مغلئ جوانمردی کو ثابت کر دیا اور یہ بھی کہ مغل ذات کارفرمائی کا خاص سلیقہ رکھتی ہے۔ سیاسی سمجھ بھی رکھتے ہیں اور مذہبی عقل و فہم میں بھی قوی ہیں اور جنگی ہنر بھی جانتے ہیں یعنی دماغی اور قلمی جنگ کے ماہر ہیں‘‘ ۔

(اخبار ’’عادل‘‘ دہلی۔ 24/اپریل 1933ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 288)

پھر پیشگوئی میں الفاظ تھے کہ ’’ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا‘‘ ۔ یہ پیشگوئی بھی کس شان

سے پوری ہوئی ہے۔ آج تو ہمیں کہا جاتا ہے کہ جہاد کے خلاف ہیں اور کشمیریوں کے خلاف ہیں لیکن جو کوششیں حضرت مصلح موعودؓ نے کی تھیں مَیں ان کے بارہ میں کچھ بتاتا ہوں۔ تحریک آزادی کشمیر آپؓ نے شروع کی تھی کیونکہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی جو بنائی تھی اس کا سہرا آپ کے سر پر ہے۔ اس میں بہت بڑے بڑے مسلم لیڈر سر ذوالفقار علی خان، ڈاکٹر اقبال، خواجہ حسن نظامی، سید حبیب مدیر اخبار ''سیاست'' وغیرہ شامل ہوئے اور ان سب کے مشورہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو اس کمیٹی کا صدر چنا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے کشمیری مسلمان جو مدتوں سے انسانیت کے ادنیٰ حقوق سے بھی محروم تھے ان کو آزادی دلوائی گئی۔ مسلم پریس نے حضرت مصلح موعودؓ کے ان شاندار کارناموں کا اقرار کیا اور آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے یہاں تک لکھا۔ کہ ''جس زمانے میں کشمیر کی حالت نازک تھی اور اس زمانے میں جن لوگوں نے اختلاف عقائد کے باوجود مرزا صاحب کو صدر منتخب کیا تھا۔ انہوں نے کام کی کامیابی کو زیر نگاہ رکھ کر بہترین انتخاب کیا تھا۔ اس وقت اگر اختلاف عقائد کی وجہ سے مرزا صاحب کو منتخب نہ کیا جاتا تو تحریک بالکل ناکام رہتی اور اُمّت مرحومہ کو سخت نقصان پہنچتا''۔

(اخبار ''سیاست'' 18/مئی 1933ء۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 289)

عبدالمجید سالک صاحب تحریک آزادی کشمیر کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''شیخ محمد عبداللہ (شیر کشمیر) اور دوسرے کارکنان کشمیر مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے بعض کارپردازوں کے ساتھ...... اعلانیہ روابط رکھتے تھے اور ان روابط...... کی بنا محض یہ تھی کہ مرزا صاحب کثیر الوسائل ہونے کی وجہ سے تحریک کشمیر کی امداد کئی پہلوؤں سے کر رہے تھے۔ (وسائل تو اتنے نہیں تھے لیکن وسائل کا صحیح استعمال تھا) اور کارکنان کشمیر طبعًا ان کے ممنون تھے''۔

(''ذکر اقبال'' صفحہ 188۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 289)

سید حبیب صاحب جو ایک معروف صحافی تھے اور اخبار ''سیاست'' لاہور کے ایڈیٹر تھے اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے ممبر بھی تھے جب حضرت مصلح موعود نے کمیٹی سے استعفیٰ دیا تو انہوں نے اپنے اخبار میں 18 مئی 1933ء کی اشاعت میں لکھا کہ میری دانست میں اپنی اعلیٰ قابلیت کے باوجود ڈاکٹر اقبال اور مولوی برکت علی صاحب دونوں اس کام کو چلا نہیں سکیں گے اور یوں دنیا پر واضح ہو جائے گا کہ جس زمانے میں کشمیر کی حالت نازک تھی اس زمانے میں جن لوگوں نے اختلاف عقائد کے باوجود مرزا صاحب کو صدر منتخب کیا تھا، انہوں نے کام کی کامیابی کو زیر نگاہ رکھ کر بہترین انتخاب کیا تھا۔ اس وقت اگر اختلاف عقائد کی وجہ سے (حضرت) مرزا صاحب کو منتخب نہ کیا جاتا تو یہ تحریک بالکل ناکام رہتی اور اُمّت مرحومہ کو سخت نقصان پہنچتا۔ میری رائے میں مرزا صاحب کی علیحدگی کمیٹی کی موت کے مترادف ہے۔ مختصرًا یہ کہ ہمارے انتخاب کی موزونیت اب دنیا پر واضح ہو جائے گی''۔ (الفضل 28/مئی 1933ء۔ بحوالہ ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعود نمبر جون /جولائی 2008ء صفحہ 323-324)

اب پتہ لگ جائے گا کہ کتنا کام کرتی ہے کشمیر کمیٹی اور دنیا نے پھر دیکھ لیا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس صورت حال کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''نہایت قلیل عرصے کی جنگ کے بعد اس طرح کا ایک نظام قائم کر دیا یا اس کمیٹی نے عوام کی تحریک میں اتنا زور پیدا کر دیا کہ حکومت انگریزی نے بھی ہتھیار ڈال دیئے اور کشمیر کا صدیوں کا غلام آنکھیں کھول کر آزادی کی ہوا کھانے لگا اور اہل کشمیر کو اسمبلی ملی۔ پریس کی آزادی ملی۔ مسلمانوں کو ملازمتوں میں برابری کے حقوق ملے۔ فصلوں پر قبضہ ملا۔ تعلیم کی سہولتیں ملی۔ جو بات نہیں ملی اس کے ملنے کا رستہ کھل گیا۔ اہل کشمیر نے پبلک جلسوں میں امام جماعت احمدیہ زندہ باد اور صدر کشمیر کمیٹی زندہ باد کے نعرے لگائے۔

(ماخوذ از سلسلہ احمدیہ۔ مطبوعہ 1939ء صفحہ 409)

جب ان کو آزادی ملی تو غیروں نے بھی یہ نعرے لگائے۔ کشمیر والوں کا جن کی رستگاری کا موجب ہوئے اس وقت حال یہ تھا کہ اس طرح غلام بنائے گئے تھے کہ خود حضرت مصلح موعودؓ اس کا قصّہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم کشمیر میں گئے ہوئے تھے۔ ہمارے پاس کافی سامان تھا تو مَیں نے ایک سرکاری افسر صاحب کو کہا کہ ہمیں مزدور کا انتظام کر دو۔ تو سڑک پر ایک آدمی چلا جا رہا تھا۔ اس نے کہا ادھر آؤ اور اسے سامان اٹھوا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ شخص بڑا ہائے وائے کرنے لگ گیا۔ تو مَیں نے اسے کہا کہ کشمیری تو بہت مضبوط ہوتے ہیں۔ تم سے سامان نہیں اٹھایا جا رہا۔ اس نے کہا مَیں تو اپنے علاقے کا بڑا زمیندار ہوں اور اِس وقت میری شادی ہو رہی ہے بلکہ آج دولہا بھی ہوں۔ مَیں تو سڑک پر جا رہا تھا تو اس نے پکڑ کے مجھے آپ کا سامان پکڑا دیا۔ کیونکہ ان کی حکومت ہے اس لئے مَیں ان کے سامنے چوں چرا نہیں کر سکتا۔ تو یہ ان کا حال تھا کہ اچھے کھاتے پیتے لوگ بھی ایک عام چھوٹے سے سرکاری افسر کے سامنے بول نہیں سکتے تھے۔

پھر علوم ظاہری و باطنی جو قرآن کریم کا دینی علم ہے اس کے بارہ میں غیروں کا کیا کہنا ہے۔

علامہ نیاز فتح پوری صاحب مدیر ماہنامہ نگار لکھتے ہیں کہ ''تفسیر کبیر جلد سوم آج کل میرے سامنے ہے اور میں اسے بڑی نگاہ غائر سے دیکھ رہا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ مطالعہ قرآن کا ایک نیا زاویہ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل و نقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کی تبحر علمی، آپ کی وسعت نظر، آپ کی غیر معمولی فکر و فراست، آپ کا حسن استدلال، اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ مَیں کیوں اس وقت تک بے خبر رہا کاش کہ مَیں اس کی تمام جلدیں دیکھ سکتا۔ کل سورۃ ھود کی تفسیر میں حضرت لوط علیہ السلام پر آپ کے خیالات معلوم کر کے جی پھڑک گیا اور بے اختیار یہ خط لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ آپ نے ھٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسرین سے جدا بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے اس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں۔ خدا آپ کو تادیر سلامت رکھے''۔ (الفضل 17/نومبر 1963ء۔ صفحہ 3۔ بحوالہ ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعود نمبر جون، جولائی 2008ء صفحہ 324-325)

دوسرے مفسرین تو نعوذ باللہ حضرت لوط علیہ السلام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے اپنے لوگوں کو کہا کہ میری بیٹیوں کو لے جاؤ اور میرے مہمانوں کو تنگ نہ کرو۔ لیکن حضرت مصلح موعودؓ نے بالکل نئے انداز میں اس کی تفسیر پیش کی ہوئی ہے۔ بہر حال یہ ایک الگ مضمون ہے۔

پھر قرآن کریم کے بارے میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں کہ:

''قرآن اور علوم قرآن کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی، اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں، ان کا اللہ (تعالیٰ) انہیں صلہ دے۔ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح و تبیین و ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے۔

(بحوالہ ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعود نمبر جون، جولائی 2008ء صفحہ 325)

علوم ظاہری سے پُر کئے جانے کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود لکھا ہے کہ ''اس پیشگوئی کا مفہوم یہ ہے کہ وہ علوم ظاہری سیکھے گا نہیں بلکہ خدا (تعالیٰ) کی طرف سے اسے یہ علوم سکھائے جائیں گے'' اور پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ ''یہاں علوم ظاہری سے مراد حساب اور سائنس وغیرہ علوم نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہاں ''پُر کیا جائے گا'' کے الفاظ ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے یہ علوم سکھائے جائیں گے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے حساب اور سائنس اور جغرافیہ وغیرہ علوم نہیں سکھائے جاتے بلکہ دین اور قرآن سکھایا جاتا ہے۔ پس پیشگوئی کے ان الفاظ کا کہ ''وہ علوم ظاہری سے پُر کیا جائے گا'' یہ مفہوم ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم دینیہ اور قرآنیہ سکھلائے جائیں گے اور (خدا تعالیٰ) خود اس کا معلم ہوگا''۔ (انوار العلوم۔ جلد 17 صفحہ 565)

اس ضمن میں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح مجھے سکھایا آپؓ ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مَیں نے دیکھا کہ مَیں ایک جگہ کھڑا ہوں مشرق کی طرف میرا منہ ہے کہ آسمان پر سے مجھے ایسی آواز آئی جیسے گھنٹی بجتی ہے یا جیسے پیتل کا کوئی کٹورا ہوا اور اسے ٹھکوریں تو اس میں سے باریک سی ٹن ٹن کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ آواز پھیلنی اور بلند ہونی شروع ہوئی یہاں تک کہ تمام جَوّ میں پھیل گئی، (تمام آسمان میں پھیل گئی)۔ اس کے بعد مَیں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ آواز متشکل ہو کر تصویر کا چوکٹھا بن گئی۔ پھر اس چوکٹھے میں حرکت پیدا ہونی شروع ہوئی اور اس میں ایک نہایت ہی حسین اور خوبصورت وجود کی تصویر نظر آنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ تصویر ہلنی شروع ہوئی اور پھر یکدم اس میں سے کُود کر ایک وجود میرے سامنے آ گیا اور کہنے لگا مَیں خدا کا فرشتہ ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ مَیں تمہیں سورہ فاتحہ کی تفسیر سکھاؤں۔ مَیں نے کہا سکھاؤ وہ سکھاتا گیا، سکھاتا گیا اور سکھاتا گیا یہاں تک کہ جب وہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ تک پہنچا تو کہنے لگا کہ آج تک جس قدر مفسرین گزرے ہیں ان سب نے یہیں تک تفسیر کی ہے لیکن مَیں تمہیں آگے بھی سکھانا چاہتا ہوں۔ مَیں نے کہا سکھاؤ۔ چنانچہ وہ سکھاتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ ساری سورۃ فاتحہ کی تفسیر اس نے مجھے سکھا دی''۔

(انوار العلوم۔ جلد 17 صفحہ 570)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ''دوسری خبر اس پیشگوئی میں یہ دی گئی تھی کہ وہ باطنی علوم سے پُر کیا جائے گا۔ باطنی علوم سے مراد وہ علوم مخصوصہ ہیں جو خدا تعالیٰ سے خاص ہیں جیسے علم غیب ہے۔ جسے وہ اپنے ایسے بندوں پر ظاہر کرتا ہے جن کو وہ دنیا میں کوئی خاص خدمت سپرد کرتا ہے تا کہ خدا تعالیٰ سے ان کا تعلق ظاہر ہو اور وہ ان کے ذریعہ سے لوگوں کے ایمان تازہ کر سکیں''۔ (انوار العلوم۔ جلد 17 صفحہ 579)

آپ کی بے شمار رؤیا ہیں۔ اس ضمن میں اپنی ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''ایک اور خبر جو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس جنگ کے متعلق بتائی اور نہایت ہی عجیب رنگ میں پوری ہوئی (یہ جنگ عظیم کی بات ہے) وہ یہ ہے کہ مَیں نے ایک دفعہ رؤیا میں دیکھا کہ مَیں انگلستان گیا ہوں اور انگریزی گورنمنٹ مجھ سے کہتی ہے کہ آپ ہمارے ملک کی حفاظت کریں۔ مَیں نے اس سے کہا کہ پہلے مجھے اپنے ذخائر کا جائزہ لینے دو (تمہارا جو ذخیرہ ہے اس کا جائزہ لینے دو) پھر مَیں بتا سکوں گا کہ مَیں تمہارے ملک کی

حفاظت کا کام سرانجام دے سکتا ہوں یا نہیں۔ اس پر حکومت نے مجھے اپنے تمام جنگی محکمے دکھائے اور مَیں ان کو دیکھتا چلا گیا۔ آخر میں مَیں نے کہا کہ صرف ہوائی جہازوں کی کمی ہے۔ اگر مجھے ہوائی جہاز مل جائیں تو مَیں انگلستان کی حفاظت کا کام کرسکتا ہوں۔ جب مَیں نے یہ کہا تو معاً میں نے دیکھا کہ امریکہ کی طرف سے ایک تار آیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں کہ The American government has delivered 2,800 aeroplanes, to British government. یعنی امریکن گورنمنٹ نے دو ہزار آٹھ سو ہوائی جہاز برطانوی گورنمنٹ کو بھجوا دیئے ہیں۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی‘‘۔

کہتے ہیں کہ مَیں نے یہ خواب چوہدری ظفر اللہ صاحب کو بھی سنا دی تھی۔ چند دنوں کے بعد جب میں مسجد میں تھا تو مجھے فون آیا۔ مَیں فون سننے گیا تو پتہ چلا کہ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کا فون ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے اخبار میں خبر نہیں دیکھی۔ مَیں نے کہا نہیں۔ کیا خبر ہے؟ انہوں نے کہا کہ آپ کی خواب پوری ہوگئی۔ ابھی ابھی ایک سرکلر آیا ہے۔ پہلے محکمے میں آیا تھا۔ اب اخبار میں بھی خبر آ گئی ہے کہ امریکی حکومت نے برطانوی حکومت کو 2800 جنگی جہاز دیئے ہیں۔

(ماخوذ از انوار العلوم جلد 17 صفحہ 603)

اسی طرح بیلجیئم کے بادشاہ کے متعلق کہتے ہیں کہ ’’1940ء کو ہزاروں لوگوں کے مجمع میں مَیں نے اپنے کشف کا ذکر کیا تھا جو تین دن کے اندر اندر پورا ہوگیا۔ (یہ بھی غیب کی خبر تھی اور وہ یہ تھا کہ مَیں نے دیکھا کہ ’’ایک میدان ہے جس میں اندھیرا سا ہے اور اس میں ایک شخص سیاہی مائل سبزی وردی پہنے کھڑا ہے جس کے متعلق مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی بادشاہ ہے۔ پھر الہام ہوا Abdicated۔ میں نے اپنے اس کشف کا ذکر 26 مئی کو کیا تھا جب لوگ حکومت برطانیہ کی کامیابی کے متعلق دعا کرنے کے لئے جمع تھے اور مَیں نے اس کی تعبیر یہ کی تھی کہ کوئی بادشاہ اسی جنگ میں معزول کیا جائے گا۔ یا کسی معزول شدہ بادشاہ کے ذریعہ کوئی تغیر واقع ہوگا۔ چنانچہ اس الہام پر ابھی تین دن نہیں گزرے تھے کہ خدا تعالیٰ نے بیلجیئم کے بادشاہ لیوپولڈ کو ناگہانی طور پر معزول کر دیا۔ Abdicated کا مطلب یہی ہے کہ Denouncement or Default۔ مطلب ہے کہ کسی اعلان کے ذریعہ سے یا عملاً اپنے فرائض منصبی کے ادا نہ کرسکنے کی وجہ سے اس کو فارغ کر دیا جائے۔ گویا یا تو خود کہہ رہے ہیں کہ مَیں بادشاہت سے الگ ہوتا ہوں یا ایسے حالات پیدا ہو جائیں گے کہ وہ بادشاہت کے فرائض ادا نہ کر سکے۔ کہتے ہیں کہ بعینہٖ ایسے ہوا اور بیلجیئم گورنمنٹ نے یہ الفاظ استعمال کئے اور اس نے کہا کہ ہمارا بادشاہ جرمن قوم کے ہاتھ میں ہے اور اب وہ اپنے فرائض ادا نہیں کرسکتا۔ پس اب بیلجیئم کی قانونی گورنمنٹ ہم ہیں نہ کہ بادشاہ۔

(ماخوذ از انوار العلوم جلد 17 صفحہ 605-606)

اس طرح کے بہت سارے واقعات ہیں۔ پھر اپنے بارے میں کہ ’’خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا‘‘۔ فرمایا کہ اس بارہ میں اللہ تعالیٰ نے کس طرح نشان پورے کئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ میرا حافظ و ناصر ہوتا رہا اور دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ’’اب دیکھو! اللہ تعالیٰ نے کس طرح اس الہام کی صداقت میں متواتر میری حفاظت اور نصرت کی ہے۔ مجھے اس وقت تک کوئی ایسا الہام نہیں ہوا جس کی بناء پر مَیں یہ کہہ سکوں کہ مَیں انسانی ہاتھوں سے نہیں مروں گا۔ لیکن بہرحال مَیں اس یقین پر قائم ہوں کہ جب تک میرا کام باقی ہے اس وقت تک کوئی شخص مجھے مار نہیں سکتا۔ میرے ساتھ متواتر ایسے واقعات گزرے ہیں کہ لوگوں نے مجھے ہلاک کرنا چاہا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے ان کے حملوں سے مجھے محفوظ رکھا۔ فرمایا کہ ’’ایک دفعہ میں جلسے پر تقریر کر رہا تھا اور تقریر کرتے کرتے میری عادت ہے کہ مَیں گرم گرم چائے کے ایک دو گھونٹ پی لیا کرتا ہوں تا کہ گلا درست رہے کہ اسی دوران میں جلسہ گاہ میں سے کسی شخص نے ملائی کی ایک پیالی دی اور کہا کہ یہ جلدی سے حضرت صاحب تک پہنچا دیں کیونکہ حضور کو تقریر کرتے کرتے ضعف ہو رہا ہے۔ چنانچہ ایک نے دوسرے کو اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو پیالی ہاتھوں ہاتھ پہنچانی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ ہوتے ہوتے سٹیج پر پہنچ گئی۔ سٹیج پر اچانک کسی شخص کو خیال آ گیا اور اس نے احتیاط کے طور پر ذرا سی ملائی چکھی تو اس کی زبان کٹ گئی۔ تب معلوم ہوا کہ اس میں زہر ملی ہوئی ہے۔ اب اگر وہ ملائی مجھ تک پہنچ جاتی اور مَیں خدانخواستہ اسے چکھ بھی لیتا تو کچھ نہ کچھ اس کا اثر ضرور ہو جاتا اور تقریر رک جاتی۔ (ماخوذ از انوار العلوم جلد 17 صفحہ 628)

پھر اسی طرح فرمایا کہ ایک دفعہ ایک پٹھان لڑکا آیا چھرا لے کے اور مَیں اس کو ملنے کے لئے نکل ہی رہا تھا کہ عبدالاحد خاں صاحب نے اس کی حرکتوں سے اسے پہچان لیا کہ ہتھیار اس کے پاس ہے اور پکڑ لیا۔

(ماخوذ از انوار العلوم جلد 17 صفحہ 629-630)

پھر اسی طرح کے اور بعض واقعات ہیں۔ پھر اسیروں کی رستگاری کے لحاظ سے فرماتے ہیں۔ کشمیر کا واقعہ ہے جو اس پیشگوئی کی صداقت کا زبردست ثبوت ہے اور ہر شخص ان واقعات پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرے تو یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے کشمیریوں کی رستگاری کے سامان پیدا کئے اور ان کے دشمنوں کو شکست دی۔ فرمایا کہ کشمیر کی قوم اس طرح غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی کہ گورنمنٹ کا یہ فیصلہ تھا کہ زمین ان کی نہیں بلکہ راجہ صاحب کی ہے گویا سارا ملک ایک مزارع کی حیثیت رکھتا تھا اور راجہ صاحب کا اختیار تھا کہ جب جی چاہا ان کو نکال دیا۔ انہیں نہ درخت کاٹنے کی اجازت تھی اور نہ زمین سے کسی اور رنگ میں فائدہ اٹھانے کی۔ (ماخوذ از انوار العلوم جلد 17 صفحہ 615)

ایک بات اس میں یہ تھی کہ ’’زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا‘‘ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مصلح موعودؓ کے زمانے میں بڑی شان سے پوری ہوئی اور دنیا میں بہت سارے مشن کھلے۔ بلکہ بعض مشن بعد میں بند بھی ہوئے۔ آپ کے زمانے میں سیلون، ماریشس، سماٹرا، سٹیریٹس سیٹلمنٹس (Straits Settlements)، چین، جاپان، بخارا، روس، ایران، عراق، شام، فلسطین، مصر، سوڈان، ابی سینیا، مراکو، چیکوسلواکیہ، پولینڈ، رومانیہ، یونائیٹڈ سٹیٹس، ارجنٹائن، یوگوسلاویہ۔ تقریباً کوئی 34-35 ممالک میں مشن کھلے اور تبلیغ اسلام پھیلی اور فرمایا کہ ہزاروں مسیحی میرے ذریعہ سے اسلام میں داخل ہوئے۔ اس طرح میرے ذریعہ اسلام اور احمدیت کی جو تبلیغ ہے وہ ساری دنیا پر حاوی ہو جاتی ہے۔

(ماخوذ از انوار العلوم جلد 16 صفحہ 611)

پس اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی چند باتیں مَیں نے بیان کی ہیں۔ اس پیشگوئی کی عظمت بیان فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہئے کہ یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان آسمانی ہے۔ جس کو خدائے کریم جلّشانہٗ نے ہمارے نبی کریم رؤف رحیم محمد مصطفیٰ ﷺ کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے اور درحقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ و اولیٰ و اکمل و افضل و اتم ہے۔ کیونکہ مردے کے زندہ کرنے کی حقیقت یہی ہے کہ جناب الٰہی میں دعا کر کے ایک روح واپس منگوایا جاوے۔......اس جگہ بفضلہ تعالیٰ و احسانہ و ببرکت حضرت خاتم الانبیاء ﷺ خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ سو اگرچہ بظاہر یہ نشان احیائے موتی کے برابر معلوم ہوتا ہے مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ نشان مُردوں کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ بہتر ہے۔ مردے کی بھی روح ہی دعا سے واپس آتی ہے اور اس جگہ بھی دعا سے ایک روح ہی منگائی گئی ہے۔ مگر ان روحوں اور اس روح میں لاکھوں کوسوں کا فرق ہے۔ جو لوگ مسلمانوں میں چھپے ہوئے مرتد ہیں وہ آنحضرت ﷺ کے معجزات کا ظہور دیکھ کر خوش نہیں ہوتے بلکہ ان کو بڑا رنج پہنچتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا‘‘۔

(مجموعہ اشتہارات۔ جلد اول صفحہ 114-115)

یہ پس منظر اور اہمیت اس پیشگوئی کی ہے جو مختصراً مَیں نے بیان کی ہے اور اس پیشگوئی کی شان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس آخری اقتباس میں ہم نے دیکھی اور سنی۔ اس لئے مجھے امید ہے کہ اب بعض لاعلم احمدی جو مختلف جگہوں سے خطوں میں لکھ دیتے ہیں، یہاں بھی سوال کر دیتے ہیں کہ ہم یوم مصلح موعود کیوں مناتے ہیں، باقی خلفاء کے دن کیوں نہیں مناتے ان پر واضح ہو گیا ہوگا کہ مصلح موعود کی پیشگوئی کا دن ہم ایمانوں کو تازہ کرنے اور اس عہد کو یاد کرنے کے لئے مناتے ہیں کہ ہمارا اصل مقصد اسلام کی سچائی اور آنحضرت ﷺ کی صداقت کو دنیا پر قائم کرنا ہے۔ یہ کوئی آپ کی پیدائش یا وفات کا دن نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذریت میں سے ایک شخص کو پیدا کرنے کا نشان دکھلایا تھا جو خاص خصوصیات کا حامل تھا اور جس نے اسلام کی حقانیت دنیا پر ثابت کرنی تھی۔ اور اس کے ذریعہ نظام جماعت کے لئے کئی اور ایسے راستے متعین کر دیئے گئے کہ جن پہ چلتے ہوئے بعد میں آنے والے بھی ترقی کی منازل طے کرتے چلے جائیں گے۔

پس یہ دن ہمیں ہمیشہ اپنے ذمہ داری کا احساس کرواتے ہوئے اسلام کی ترقی کے لئے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے اور دلانے والا ہونا چاہئے نہ کہ صرف ایک نشان کے پورا ہونے پر علمی اور ذوقی مزہ لے لیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک بات اور واضح کرنا چاہتا ہوں کل ہی مَیں نے ڈاک میں دیکھا کہ کسی ملک کی انصار اللہ کی تنظیم کا ایک پروگرام تھا کہ ہم نے یوم مصلح موعودؓ پر بڑا وسیع کھیلوں کا پروگرام رکھا ہے اور تھوڑا سا علمی موضوع پر بھی پروگرام ہوگا، اجلاس ہوگا۔ انصار اللہ کا کھیل کود سے کیا کام ہے؟ انصار کو تو چاہئے تھا کہ اپنے عہد کی طرف توجہ کرتے اور ان راستوں پر چلنے کی کوشش کرتے جن پر چلانے کے لئے مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے راہنمائی فرمائی ہے اور انصار اللہ کی تنظیم قائم فرمائی ہے تا کہ ہم آنحضرت ﷺ کے پیغام کو جلد سے جلد دنیا میں پھیلانے والے بن سکیں اور مجھے امید ہے کہ انصار اللہ جس نے یہ پروگرام بنایا ہے، مَیں نام نہیں لینا چاہتا، وہ اپنے اس فیصلہ پر نظر ثانی کریں گے اور آئندہ بھی لوگ اس کی احتیاط کریں گے۔

سیّد حضرت اللہ پاشا

میرے والد اور دوست

(سید حمید الله نصرت پاشا)

2003ء میں روزنامہ الفضل ربوہ نے خاکسار کا ایک مضمون بعنوان ''سیّد حضرت اللہ پاشا صاحب، میرے والد'' شائع کیا تھا۔ اس کے بعد متعدد مرتبہ محترم بشیر احمد قمر صاحب (مرحوم) ناظر تعلیم القرآن نے خاکسار کو تحریک کی کہ میں اپنے والد صاحب کے بارہ میں تفصیل سے دوبارہ لکھوں۔ جو واقعات مَیں نے اپنے مضمون میں اجمالاً تحریر کئے تھے، اُن کی تفصیل مولانا مرحوم میرے والد صاحب سے براہ راست سن چکے تھے اور مُصر تھے کہ اُن کی تفصیل بھی احباب جماعت کے لئے پیش کروں۔ چنانچہ اب قدرے تفصیل سے مندرجہ ذیل مضمون قارئین الفضل انٹرنیشنل کے ملاحظہ کے لئے تحریر ہے۔

سیّد حضرت اللہ پاشا صاحب، میرے والد اور دوست، سے میری آخری ملاقات 23/فروری 2001ء کو کراچی ایئر پورٹ پر اُس وقت ہوئی جب مَیں اپنی تقرری پر مغربی افریقہ روانہ ہو رہا تھا۔ چونکہ اس ملاقات سے قبل، والد صاحب کئی مرتبہ مجھ سے یہ ذکر کر چکے تھے کہ اُن کی وفات کا وقت قریب ہے، اِس لئے اِس خیال سے میں اپنے ذہن کو اُس وقت خالی نہ رکھ سکا کہ شاید یہ ہماری آخری ملاقات ہو۔ اِس سے قبل وہ مجھ سے کئی بار یہ ذکر کر چکے تھے کہ اُن کی وفات کا وقت قریب ہے۔ اور اس بات کا ذکر انہوں نے جب بھی کیا، انتہائی اطمینان اور قرار کے ساتھ کیا۔ ایک سے زائد بار، اُنہوں نے مجھ سے کہا کہ ''بس اب دو سال کی بات ہے''۔ ایک روز مَیں اُن کے پاؤں دبا رہا تھا کہ مجھ سے کہنے لگے کہ ''میری وفات خلافت رابعہ میں ہوگی''۔ مَیں نے پوچھا یہ اندازہ آپ کو کیسے ہوا؟ تو اُنہوں نے اپنی ایک رؤیا مجھے سنائی جس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان پر چار چاند دکھائے اور پھر اس رؤیا میں انہیں یہ پیشکش بھی کی گئی کہ اگر وہ چاہیں تو وہ پانچواں چاند بھی دیکھ سکتے ہیں لیکن اُنہوں نے یہ پیشکش قبول نہ کی اور وہ چار دیکھنے پر ہی راضی ہے۔ اُنہیں اس رؤیا کے ساتھ یہ تفہیم بھی دی گئی کہ یہ تمام نظارہ اُن کی عمر کے حوالہ سے ہے۔ بعد کے حالات نے ان کی یہ تفہیم اور تعبیر سچی ثابت کی۔ اُنہوں نے چار خلفاء کی روشنی دیکھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کا زمانہ اگرچہ نہیں پایا لیکن آپؓ کی روشنی اور آپؓ کے افاضات سے استفادہ ضرور کیا۔ خواب کا آخری حصہ، جس میں انہیں یہ پیشکش کی گئی تھی کہ اگر وہ چاہیں تو پانچواں چاند بھی دیکھ سکیں گے لیکن اُنہوں نے چار کی زیارت پر ہی اکتفاء کیا، یہ حصہ بھی اِس طرح سچا ثابت ہوا کہ اُن کی وفات پانچویں چاند یعنی خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے طلوع ہونے سے صرف پانچ ماہ قبل ہوئی۔ گویا اُن کی وفات کی تقدیر میں اتنی ہی لچک تھی کہ اگر انہیں پانچ ماہ کا مزید قیام اِس جہان میں ملتا تو وہ پانچواں چاند بھی دیکھ لیتے۔ ذاتی طور پر مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ اپنے ربّ سے ملنے کے لئے مشتاق تھے اور اسی وجہ سے یہ پیشکش قبول نہیں کی۔ والد صاحب کی یہ خواب ایک اور پہلو سے اِس طرح بھی پوری ہوئی کہ اپنی آخری علالت کے دوران اور اپنی وفات سے چند روز قبل اُنہوں نے عین بیداری میں ایک نظارہ دیکھا اور میری والدہ صاحبہ سے کہا کہ ''مجھے چاروں خلفاء نے آ کر بشارت دی ہے''۔

میری والدہ نے طبعاً اپنی تمنائی کیفیت کے سبب یہ سمجھا کہ یہ بشارت والد صاحب کی صحت یابی کے بارہ میں ہے۔ حالانکہ زندگی کے اواخر میں سب سے اہم بشارت جنت کی بشارت ہی ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مجھے یہ امید ہے کہ مرحوم کو اس کی رضا کی جنت میں جگہ عطا ہوئی ہوگی۔

اگست 2000ء کی بات ہے۔ مجھے ایک روز خیال آیا کہ والد صاحب کے حالات زندگی اُن کے اپنے الفاظ میں قلم بند کر لوں۔ اپنی دلچسپی اور واقعات کے دلچسپ ہونے کی وجہ سے یہ واقعات اِس سے قبل بھی، میں نے اُن سے سنے ہوئے تھے۔ لیکن اِس مرتبہ میری خواہش پر وہ بیان کرتے گئے اور میں لکھتا گیا۔ چنانچہ یہ مضمون کسی قدر والد صاحب کے اپنے بیان کردہ حالات و واقعات پر اور کسی قدر میرے ذاتی مشاہدات اور تاثرات پر مبنی ہے۔

سیّد حضرت اللہ پاشا صاحب کی ولادت 1923ء میں ہوئی۔ آپ نے ہندوستان کی ریاست بیجاپور کے ایک معروف اور متدین سنی گھرانے میں جنم لیا۔ آپ نسب کے اعتبار سے حسینی سیّد تھے۔ آپ کے والد کا نام سیّد صاحب حسینی اور والدہ کا نام حافظ بی بی تھا۔ ''پاشا'' کا نام آپ کے آباؤ اجداد کو عزت کے خطاب کے طور پر دیا گیا تھا۔ جو بعد ازاں اِس خاندان کے افراد کے نام کے حصہ کے طور پر استعمال ہونا شروع ہوگیا۔ ہندوستان میں آپ کے جدّ اعلیٰ کا نام سیّد محمد معبری تھا، جن کا ذکر تاریخ کی معروف کتب ''واقعات مملکت بیجاپور'' مصنفہ بشیر الدین احمد دہلوی اور ''روضات الاولیاء'' مصنفہ محمد ابراہیم زبیری میں بتفصیل موجود ہے۔ سیّد محمد معبری کو مہابری اور مہابلی بھی کہا جاتا ہے۔ ان مختلف ناموں کی، مورخین مختلف وجوہات بیان کرتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق وہ عرب سے براستہ سمندر ہندوستان پہنچے تھے اور ایک دوسری روایت کے مطابق وہ براستہ ایران ہندوستان پہنچے۔ بہرحال آج سے سات سو سال قبل سیّد محمد معبری مملکت بیجاپور میں آ کر آباد ہوئے اور بیجاپور کے معروف ترین صوفیاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

والد صاحب کو اپنے والدین سے شدید محبت تھی جس کا اظہار اُن کی باتوں سے اور پرانی یادوں کے دہرانے سے ہو جایا کرتا تھا۔ آپ کی والدہ کا انتقال 1931ء میں ہوا جبکہ آپ کی عمر آٹھ برس تھی۔ والد صاحب ہماری دادی کا ذکر بڑی چاہ سے کرتے تھے، اور اِس انداز سے جیسے کوئی کسی مسحور کن یاد میں کھویا گیا ہو۔ اپنے بچپن کا ایک دلچسپ واقعہ جو والد صاحب نے سنایا، اُن کے اپنے الفاظ میں یوں ہے۔: ''ایک روز میں نے ابا جان سے کہا کہ میں نے دعا کی ہے کہ میری عمر آپ کو لگ جائے۔ ابا جان گھبرا گئے اور کہا کہ ایسی دعائیں نہیں کرتے''۔

سکول کے زمانے میں والد صاحب نے طوعی طور پر یہ نیک کام سعادت سمجھ کر اپنے ذمے لیا ہوا تھا کہ نماز مغرب سے پہلے مسجد میں جھاڑو لگاتے۔ ایک موقع پر جبکہ والد صاحب سکالر شپ یعنی وظیفہ کے امتحان کی تیاری کر رہے تھے، مغرب کی نماز سے قبل اُن کے ایک استاد مسجد آئے جو اتفاقاً ممتحن بھی تھے۔ ان صاحب کا تعلق بریلوی مسلک سے تھا اور شدت سے اِس بات کے قائل تھے کہ کسی بھی دعا یا کام کے کے لئے کسی نہ کسی ولی کو بطور وسیلہ اختیار کرنا ضروری ہے اور یہ کہ دعا براہ راست نہیں کی جاتی۔ انہوں نے اچانک والد صاحب سے دریافت کیا کہ وظیفہ کے امتحان کے لئے کس کا وسیلہ اختیار کر رہے ہو۔ والد صاحب نے جواب دیا کہ ''اللہ کا''۔ والد صاحب اس امتحان میں کامیاب ہوئے اور وظیفہ حاصل کیا۔

میٹرک کے بعد F.A کے لئے والد صاحب کو جونا گڑھ میں داخلہ ملا۔ اُن دنوں والد صاحب کی ایک پھوپھی زاد بہن کے شوہر بھی وہیں ہوتے تھے جن کا نام عبدالقادر تھا۔ ایک مرتبہ اُنہوں نے والد صاحب سے کہا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک جماعت ایسی بھی ہے جن کا دعویٰ ہے کہ دجّال کے گدھے سے مراد دراصل ریل ہے۔ والد صاحب بتاتے ہیں کہ یہ بات اِس قدر اُن کے دل کو لگی کہ انہوں نے فوراً اس کی برملا تصدیق کر دی اور بیساختہ کہا کہ: ''یہ لوگ بالکل صحیح کہتے ہیں۔'' چونکہ بنیادی طور پر والد صاحب ایک منطقی ذہن کے مالک تھے، اس لئے احمدیت کے اِس مختصر اور نامکمل تعارف نے اُن کے ذہن میں معاً سوالات کے کئی دروازے کھول دیئے۔ اگر ریل دجّال کا گدھا ہے تو پھر دجّال کون ہے اور اگر دجّال ظاہر ہو چکا ہے تو پھر عیسیٰؑ ثانی کا زمانہ بھی یہی ہونا چاہیئے۔ یہ اُن تمام خیالات کا ہجوم تھا جو اُس وقت F.A کے اِس طالب علم کے ذہن میں جنم لے رہا تھا۔

جونا گڑھ کے قیام کے دوران ایک واقعہ جس کے بارہ میں والد صاحب کہا کرتے تھے کہ یہ اُن کی زندگی کی شیریں ترین یادوں میں سے ایک ہے، یہ ہے کہ ہوسٹل میں جولڑ کا طلباء کے لئے کھانا لایا کرتا تھا، وہ ایک روز سردیوں میں شدید سردی میں صبح ناشتہ لے کر آیا اور اِس حال میں کہ سردی سے کانپ رہا تھا۔ والد صاحب کے پاس دو کوٹ تھے۔ والد صاحب نے ایک اُسے دے دیا۔ والد صاحب اکثر کہا کرتے تھے کہ اگرچہ یہ ایک ذرا سی خدمت تھی لیکن اِس سے اُن کے دل کو ایسی مسرت اور ایسی تسکین ملی کہ جو ناقابل بیان بھی ہے اور ناقابل فراموش بھی۔

1942ء میں جونا گڑھ سے FA کیا اور پھر اسماعیل یوسف کالج جوگیشوری بمبئی میں BA کی تعلیم کا آغاز کیا۔ 1944ء میں Economics یعنی معاشیات میں BA کیا اور یونیورسٹی میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔ اُنہی دنوں میں والد صاحب کے غیر نصابی مطالعے کا دائرہ بھی وسیع ہونے لگا۔ جہاں ایک طرف مستشرقین کا لٹریچر والد صاحب کے زیر مطالعہ آنا شروع ہوا وہاں دوسری طرف مسلمان مصنفین میں سے ابوالکلام آزاد، سیّد سلیمان ندوی، مودودی، اقبال، مولانا محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کی تحریرات کے مطالعہ کا بھی موقع ملا۔ والد صاحب کے اپنے الفاظ میں: ''ایک مرتبہ پرنسپل صاحب اسماعیل یوسف کالج نے مجھ سے پوچھا کہ آج کل کونسی کتاب زیر مطالعہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اقبال کی کتاب ری کنسٹرکشن آف ریلجس تھاٹ اِن اسلام پڑھ رہا ہوں۔ اُنہوں نے پوچھا کہ کیا خیال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ خدا کے بارے میں اقبال کا ویسا ہی تصور ہے جیسا کہ دہریوں کا ہے۔''

قیام پاکستان سے قبل والد صاحب مسلم لیگ کے سرگرم رکن بھی رہے اور بمبئی میں آل انڈیا مسلم لیگ بیجاپور کے نمائندہ کی حیثیت سے کام کیا۔ مسلمان طلباء کے نمائندے کی حیثیت سے والد صاحب کو قائداعظم محمد علی جناح سے ملاقات کے کئی مواقع ملے۔

سلسلہ احمدیہ کا تفصیلی تعارف حاصل کرنے سے قبل، 1946ء کی بات ہے کہ والد صاحب نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے ہیں۔ اِس واقعہ کی تفصیل والد صاحب کے اپنے الفاظ میں یوں ہے کہ ''1946ء کی بات ہے کہ ایک روز میں نے ابا جان سے دریافت کی کہ کیا آپ کو کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا کہ کئی مرتبہ۔ میں نے پوچھا کہ کوئی وظیفہ پڑھتے ہیں؟ اُنہوں نے کہا کہ درود شریف۔ ابا جان بنیادی طور پر ایک صُوفی مزاج انسان تھے۔ عبادات، ذکر اور ریاضت کا اہتمام رکھتے تھے۔ چلّے کیا کرتے تھے جن میں برابر چالیس روز تک روزانہ تین ہزار ایک سو پچیس مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے اور مجھ سے یہ ہوتا نہیں تھا۔ ایک رات محض اللہ کے فضل سے خواب میں دیکھا کہ ایک مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے ہیں اور میں حضورؐ کے قریب بیٹھا ہوں۔ ابا جان بھی وہیں موجود ہیں۔ مَیں ابا جان سے کہتا ہوں کہ دیکھیں ابا جان حضورؐ وضو فرما رہے ہیں۔''

والد صاحب مرحوم کی اس خواب کی کئی تعبیریں ہو سکتی ہیں۔ بہرحال نبی کی ذات ایک آئینہ ہوتی ہے اور نبیٔ کامل کی ذات آئینۂ کامل ہوتی ہے۔ پس خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت جہاں ایک طرف ایک نور مجسم کی زیارت ہے وہاں دوسری طرف حضورؐ کی ذات کے آئینہ میں صاحب خواب کے حالات کا اظہار بھی ہے۔ پس اِس پہلو سے اِس خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ میں والد صاحب کو اُس حقیقی وضو یعنی نظام تطہیر کی بشارت دی گئی تھی، جس میں اُن کا داخل ہونا مقدر تھا، یعنی سلسلہ احمدیہ۔ والد صاحب کی یہ خواب 1946ء کی ہے اور اِس کے سات برس بعد یعنی 1953ء میں والد صاحب سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوگئے اور اُس روحانی وضو کا ذریعہ انہیں نصیب ہوگیا جس کی اُنہیں بشارت دی گئی تھی۔

22 اکتوبر 1948ء کو والد صاحب بمبئی سے براستہ سمندر کراچی پہنچے۔ آپ کے بڑے بھائی یعنی میرے تایا سیّد حبیب اللہ حسینی صاحب اور آپ کے چھوٹے بھائی یعنی میرے چچا سیّد احمد پاشا صاحب والد صاحب سے پہلے ہی پاکستان آ چکے تھے۔

پاکستان آنے سے قبل، اگرچہ والد صاحب کو سلسلہ احمدیہ سے تعارف حاصل ہو چکا تھا، لیکن پہلی مرتبہ کسی احمدی سے مذہبی گفتگو کراچی میں ہوئی۔ 1948ء کی بات ہے جماعت احمدیہ کراچی کے زیر اہتمام ایک تبلیغی پروگرام منعقد ہو رہا تھا۔ مولانا سیّد احمد علی شاہ صاحب مرحوم مربی سلسلہ کراچی کے طور پر جلسہ سے خطاب فرما رہے تھے۔ مربی صاحب ثناء اللہ امرتسری والے مباہلے کے حوالے سے بیان فرما رہے تھے۔ والد صاحب جو کہ ابھی احمدی نہیں ہوئے تھے، سامعین میں شامل تھے اور محسوس کرنے لگے کہ سامعین میں سے بعض غیر احمدی نوجوان ہنگامہ آرائی کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ والد صاحب سٹیج پر چلے گئے اور مربی صاحب کو اِس بات سے آگاہ کیا اور اُن کی اجازت سے مخاطب ہو کر لوگوں کو سمجھایا کہ آپ لوگ دلیل کا جواب دلیل سے دیں۔ یہ سمجھانے کے لئے والد صاحب نے اپنے طور پر خود ہی مربی صاحب سے بحث شروع کر دی اور دعویٰ کیا کہ مباہلہ کا کوئی ذکر قرآن میں نہیں۔ جب مربی صاحب نے وہ ذکر آیت ثُمَّ نَبْتَهِل کی صورت میں دکھایا تو والد صاحب نے سرعام تمام حاضرین جلسہ کے سامنے اپنی غلطی کو قبول کیا۔ بہرحال مربی صاحب نے والد صاحب کو دلائل کے ذریعے بالکل لاجواب کر دیا۔

اکتوبر 1951ء میں والد صاحب اعلیٰ تعلیم کی غرض سے امریکہ چلے گئے۔ اسی سال واشنگٹن ڈی سی میں پاکستانی سفارت خانے کی سیڑھیوں پر والد صاحب کی ملاقات مربی سلسلہ مولانا خلیل احمد ناصر صاحب مرحوم سے

ہوئی۔ چنانچہ احمدیہ مشن سے رابطہ رہنے لگا۔ خلیل احمد ناصر صاحب نے جو پہلی کتاب جماعت کی لائبریری سے والد صاحب کو مطالعہ کے لئے دی وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تقریر ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' تھی۔ اِس کے بعد حضورؓ ہی کی کتاب ''دیباچہ تفسیر القرآن'' اور اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' پڑھی۔

ایک سال سے کچھ زائد عرصہ آپ واشنگٹن ڈی سی میں مقیم رہے۔ اس عرصہ میں جماعت احمدیہ کے لٹریچر کے مطالعہ کا خوب موقعہ ملا۔ اسلام اور بانیٔ اسلامؐ کے دفاع کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے دلائل پڑھے اور سیکھے اور پھر مختلف موقعوں پر اِن دلائل کو آزمایا اور ہمیشہ ہی موثر اور غالب پایا۔ واشنگٹن ڈی سی سے آپ یونیورسٹی آف ٹیکساس، آسٹن چلے گئے اور وہاں Economics کے مضمون میں MA کی پڑھائی کا آغاز کیا۔

واشنگٹن ڈی سی میں ایک سالہ قیام کے دوران والد صاحب کے ساتھ کئی ایسے واقعات پیش آئے جن سے وہ منزل بہ منزل احمدیت کی تصدیق کی طرف بڑھنے لگے۔ ایک موقعہ پر وہ UN کے ایک اعلیٰ افسر Evans سے اسلام اور عیسائیت کے حوالہ سے بات کر رہے تھے اور اپنے حافظہ سے والد صاحب نے بائبل کا ایک حوالہ دلیل کے طور پر پیش کیا۔ اِس افسر نے کہا کہ بائبل میں یہ کہیں نہیں لکھا۔ والد صاحب نے اُس کی اجازت سے اُسی کے فون سے احمدیہ مشن ہاؤس فون کیا۔ والد صاحب یہ بات جان چکے تھے کہ ردّ عیسائیت کے موضوع پر اگر کہیں سے مواد مل سکتا ہے تو وہ احمدیہ مشن سے ہے۔ مربی سلسلہ مولانا عبدالقادر ضیغم صاحب نے فون اٹھایا۔ والد صاحب نے وہ حوالہ اُن سے دریافت کیا اور انہوں نے اسی طرح off hand وہ حوالہ بتادیا کہ فلاں باب کی فلاں آیت ہے۔ والد صاحب نے وہ حوالہ Evans کے سامنے پیش کیا۔ اُس نے بائبل کھول کر دیکھی تو وہ بات درست نکلی اور وہ لاجواب ہوگیا۔

اِسی عرصہ کے دوران ایک اور دلچسپ واقعہ یہ ہوا کہ مفتیٔ اعظم فلسطین جو مسلمانوں میں بالعموم اور اہل عرب میں بالخصوص ایک معزز مقام رکھتے تھے، امریکہ کے دورے پر آئے اور واشنگٹن ڈی سی میں مسلمانوں کے ساتھ اُن کی ایک نشست رکھی گئی، جس میں کثرت سے غیر مسلم مہمان بھی شریک ہوئے۔ اگرچہ والد صاحب ابھی احمدی نہیں ہوئے تھے لیکن دل و دماغ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حقانیت کی طرف مائل ہونے شروع ہو گئے تھے۔ سوال و جواب کے دوران والد صاحب نے مفتیٔ اعظم فلسطین سے سوال کیا کہ کیا عرب میں اونٹ کی سواری ترک ہو چکی ہے؟۔ مفتی صاحب ایک ذہین اور جہاندیدہ انسان تھے۔ انہوں نے والد صاحب کو احمدی سمجھتے ہوئے کہا کہ یہ موقعہ باہمی اختلافی اُمور پر بات کرنے کا نہیں بلکہ غیر مسلموں کے اعتراضات کا جواب دینے کا ہے۔

پھر ایک بہائی خاتون جو اس مجلس میں مہمان تھیں کھڑی ہوئیں اور سوال کیا کہ کیا اُمت مسلمہ کی موجودہ زبوں حالی اور عقائد میں بگاڑ اس بات کی دلیل نہیں کہ ایک جدید دین کی ضرورت ہے؟ میر مجلس ہونے کے باوجود مفتیٔ اعظم والد صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ آپ اس سوال کا جواب دیں۔ والد صاحب نے اس خاتون کو جواب دیا کہ ''آپ کی دلیل سے جدید دین کی ضرورت ثابت نہیں ہوتی بلکہ دین کی تجدید کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔'' پھر اپنی دلیل مکمل کرنے کی خاطر والد صاحب نے کہا کہ ''یہ کام اس زمانے میں مرزا غلام احمد قادیانی انجام دے رہے ہیں۔'' والد صاحب ابھی احمدی نہیں ہوئے تھے لیکن اس جواب سے اسلام پر وہ حملہ بہرحال ٹل گیا۔

واشنگٹن کے قیام کے بعد آپ ایم اے اکنامکس کی تعلیم کے لئے امریکہ کی ریاست Texas کے شہر Austin چلے گئے۔ 1953ء میں Unitarian چرچ آسٹن کی دعوت پر ''اسلام اور عیسائیت'' کے موضوع پر والد صاحب کی تقریر رکھی گئی۔ والد صاحب نے اس تقریر کے دوران بار بار اسلام کے حق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ دلائل پیش کئے۔ چونکہ مطمح نظر اسلام کا دفاع تھا، اس لئے قطعی اور فیصلہ کن وار اس بات کے ذریعے کیا کہ جس طرح ایلیاؑ کی آمد کا وعدہ عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے ذریعے پورا ہوا، اُسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی دوسری آمد کا وعدہ مرزا غلام احمدؑ کی بعثت کے ذریعے پورا ہوا۔ والد صاحب کو یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ اس بات کو پیش کئے بغیر بات بنتی نہیں۔

اس تقریر کے بعد، وہاں موجود طلباء نے والد صاحب کا مناظرہ Presbyterian چرچ کے ایک پادری صاحب سے طے کروایا۔ یہ مناظرہ YMCA Austin کے ہال میں منعقد ہوا۔ ایک مرتبہ پھر والد صاحب نے اسلام کے دفاع اور ردِّ عیسائیت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل کو پیش کیا۔ پادری صاحب ان دلائل کے مقابل پر ٹھہر نہ سکے اور احتجاج کرتے ہوئے walkout کر گئے۔ وہاں موجود عرب طلباء نے والد صاحب کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور یونیورسٹی کے عیسائی پروفیسروں نے والد صاحب کی جیت تسلیم کی اور اپنے پادری کے واک آؤٹ پر معذرت کی۔ والد صاحب فاتح قرار پائے۔ یہ مناظرہ والد صاحب کی زندگی میں ایک بہت اہم سنگ میل ثابت ہوا۔ اس واقعہ کے بعد، والد صاحب کی سوچ پر یہ سوال محیط ہوگیا کہ جب اسلام کا دفاع حضرت مرزا صاحبؑ کے بغیر ممکن نہیں تو آپؑ کے دعاوی کس طرح غلط ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ تو بہرحال ممکن نہیں کہ سچ کے دفاع کے لئے ایک جھوٹے کا سہارا ناگزیر ہوجائے۔

اس سوال نے والد صاحب کو بے چین رکھا اور اِس حد تک کہ اِس سوچ میں والد صاحب کی کئی راتیں بے خوابی میں گزریں۔ حتیٰ کہ ایک روز اُن کی نظر سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ تحریر گزری جس میں حضورؑ فرماتے ہیں کہ جسے بھی آپؑ کے دعویٰ کی صداقت پر اطمینان نہ ہو وہ خالی الذہن ہو کر باقاعدہ 14 روز تک استخارہ کرے اور استخارے کا طریق یہ بتلایا کہ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ یاسین اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد اکیس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے رہنمائی اور ہدایت کی دعا کرنی ہے۔ اِس طریق پر استخارہ کرنے کی خاطر پہلے تو والد صاحب نے سورۂ یاسین زبانی یاد کی۔ استخارہ کی پہلی یا دوسری رات والد صاحب کو یہ غیبی آواز آئی کہ ''مسلمان قوم میں محمود نام کا اس شان کا نہیں ہوگزرا۔''

یہ زمانہ سیّدنا محمود المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی خلافت کا تھا اور یہ غیبی آواز صریحاً اُس وقت کے خلیفہ کی منفرد شان کی طرف نشاندہی کر رہی تھی۔ اگرچہ والد صاحب یہ استخارہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کی صداقت کے حوالے سے کر رہے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کے دل کو خلیفۂ وقت کے ساتھ باندھا اور پھر سفر کے اگلے مراحل طے کروائے۔ دعا و استخارہ جاری رہا اور پھر ایک رات یہ غیبی آواز آئی کہ ''ہم نے اُس کو اِس لئے نبوت بخشی کہ وہ فنافی الرسولؐ تھا۔'' اِن الفاظ نے جہاں ایک طرف اُن کے تمام شبہات دور کر دیئے، وہاں دوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کی حقیقت بھی انہیں خوب سمجھا دی۔ اس مختصر لیکن پرشوکت فقرے نے ان پر یہ حقیقت بھی خوب کھول دی کہ نبوت بخشنا یا نہ بخشنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے کسی اور کا نہیں اور وہی جانتا ہے کہ کون اِس کے لائق ہے اور کیوں۔

ستمبر 1953ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ کر والد صاحب جماعت احمدیہ میں داخل ہوگئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ بیعت کے وقت آپ کی عمر تیس سال تھی۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہی تھا کہ والد صاحب نے ایسی طبیعت پائی کہ جو عدم معقولیت سے صلح نہ کرتی۔ پھر یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہی تھا کہ اس طبیعت کے ساتھ ساتھ اسلام کے لئے شدید غیرت بھی تھی۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہی تھا کہ انہیں ایک زندہ ضمیر بخشا گیا اور ایک مرتبہ جب انہیں شرح صدر حاصل ہوگیا تو اظہارِ حق اور اقرارِ ایمان سے رک نہ سکے۔ پس یہی کہنا بجا ہوگا کہ لِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ 1953ء میں پاکستان میں جماعت احمدیہ کے خلاف خونریز فسادات ہورہے تھے جن میں حکومت کے بعض طبقات اور بعض مذہبی تنظیمیں پورے زور سے جماعت پر حملہ آور ہورہی تھیں اور اسی سال پاکستان سے ہی تعلق رکھنے والے اس طالبعلم کو کہ جو کٹر سنی ماحول سے اُٹھا تھا، پردیس میں جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کی توفیق ملتی ہے۔ 1953ء ہی کے آخر میں والد صاحب نے یونیورسٹی آف ٹیکساس آسٹن سے Economics میں MA کیا۔ یوں 1953ء کا سال والد صاحب کی زندگی میں دینی اور دنیاوی دونوں پہلوؤں کے اعتبار سے ایک انتہائی اہم سال تھا۔

جنوری 1954ء سے اگست 1954ء تک والد صاحب دوبارہ واشنگٹن ڈی سی رہے۔ اس عرصے میں والد صاحب نے اپنے والد اور بھائی بہنوں کو احمدیت کے پیغام سے متعارف کرانے کے لئے متعدد تبلیغی خطوط لکھے۔ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے سے اور آپؑ کی صداقت کے دلائل سے اور اپنی بیعت سے آگاہ کیا۔ اس عرصے میں والد صاحب نے سرگرمی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ بھی شروع کیا۔ چار ماہ تک John Hopkins جان ہاپکنز یونیورسٹی میں اردو کا مضمون پڑھایا۔ اسی عرصہ میں والد صاحب کی ملاقات ایک تقریب میں ایک مصری سفارت کار سے ہوئی جو سفارت کار ہونے کے ساتھ عربی ادب کا بھی ماہر تھے۔ تعارف ہوا تو انہیں والد صاحب کا نام ''حضرت اللہ'' نایاب سا لگا۔ والد صاحب سے کہنے لگے کہ ''حضرت اللہ'' کا اصل مطلب ہے فِي حَضرةِ اللّٰہ یعنی اللہ کے حضور میں حاضر۔'' عربی لُغت جو بھی کہتی ہو لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ والد صاحب اپنی زندگی کی کیفیات کے اعتبار سے اور اپنے نام کے اِس لغوی مطلب کے حوالے سے اِسم بامسمّیٰ تھے۔

اگست 1954ء میں والد صاحب امریکہ سے واپس پاکستان پہنچے۔ دو دن اپنے بڑے بھائی سیّد حبیب اللہ حسینی صاحب کے ہاں قیام کے بعد احمدیہ ہال کراچی میں بغرض رہائش منتقل ہو گئے۔ عزیز و اقارب کو جو دعوت و تبلیغ اب تک خط و کتابت کے ذریعے ہو رہی تھی، اب بالمشافہ ہونے لگی۔ چند ایک طویل بحثوں کے بعد والد صاحب کے تمام قریبی رشتہ داروں کو یہ اندازہ ہو گیا کہ اب یہ احمدیت سے پلٹ کر واپس آنے والے نہیں۔ انہی ایام میں ایک روز ہماری تائی مرحومہ نے والد صاحب سے کہا کہ آپ مجھے قرآن مجید سے دکھائیں کہ کہاں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی آ سکتا ہے۔ والد صاحب نے اُن سے کہا کہ آپ قرآن کا جو صفحہ کھولیں گی، میں اُس سے دکھا دوں گا۔ ہماری تائی قرآن کریم کو مختلف مقامات سے کھول کر رکھتی گئیں اور ہر بار اتفاق سے ایسی جگہ پر کھلتا جہاں اس مضمون کی کوئی واضح دلیل موجود ہوتی۔ میرے دادا اور تایا دونوں اس بات سے واقف تھے کہ والد صاحب کی طبیعت میں بچپن ہی سے اندھی تقلید کی نسبت منطقی تحقیق کا مادہ غالب تھا۔ والد صاحب کے اس استدلالی مزاج کے سبب میرے دادا کو یہ خوف لاحق رہتا تھا کہ کسی دن یہ بے دین نہ ہو جائیں اور اس اندیشے کا اظہار وہ اُن سے کیا بھی کرتے تھے۔ حتیٰ کہ والد صاحب کی بیعت کے بعد میرے دادا نے ایک روز ان سے پوچھا کہ ''آخر کیا وجہ ہے کہ دین کے معاملات میں منطقی فکر رکھنے والے یا تو احمدی ہو جاتے ہیں اور یا پھر دہریہ؟'' میرے دادا کے اس سوال میں اُس وقت تو غالباً یہی اشارہ مضمر تھا کہ احمدیت اور دہریت میں کوئی قدر مشترک ہے۔ یہ اور بات ہے کہ وقت اور مطالعہ کے ساتھ ساتھ ہمارے دادا کے خیالات بہت بدلے اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مداح ہو گئے۔ بہرحال اُن کے اُس وقت کے استفسار پر والد صاحب نے جواب دیا کہ ''جنہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایمان نصیب ہو جاتا ہے وہ تو احمدی ہو جاتے ہیں اور جنہیں نصیب نہ ہو سکے وہ اِس وجہ سے دہریہ ہو جاتے ہیں کہ وہ مروّجہ عقائد کو خلاف عقل پاتے ہیں''۔

بالعموم جن لوگوں میں منطق اور عقل کی طرف رجحان زیادہ ہوتا ہے، اُن میں ایک فلسفیانہ خشکی آ جاتی ہے اور دعا جیسی روحانی نعمت سے وہ کم ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا والد صاحب پر یہ احسانِ عظیم تھا کہ منطقی سوچ کے ساتھ ساتھ اُنہیں بہت بچپن سے ذوقِ دعا بھی عطا فرمایا۔ احمدی ہونے سے پہلے بھی اُن کی زندگی میں دعا کا بہت دخل رہا۔ انہوں نے جوانی بلکہ بچپن سے دعا کو حصولِ مراد کے علاوہ حصولِ رہنمائی کے لئے ایک مجرب نسخہ پایا۔ والد صاحب نے اپنی طالب علمی کے دور کا ایک دلچسپ واقعہ، اس حوالے سے سنایا۔ ایک روز ہاکی کھیل کر گھر پہنچے تو ٹانگیں سخت درد کر رہی تھیں۔ کہتے ہیں کہ ''میں لیٹ گیا اور دعا کی کہ خدایا میرے پاس تو کوئی خادم نہیں۔ تیرے پاس بے شمار فرشتے خدمتگار ہیں۔ انہی میں سے کسی کو بھیج دے جو میرے پاؤں دبا دے''۔ اسی دعا کی کیفیت میں

THOMPSON & CO SOLICITORS

New Office in Morden

Consult us for your legal requirements

such as Immigration & Nationality, Conveyancing, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings, Wills & Probate, Criminal Litigation.

Contact: Anas A.Khan, John Thompson, Naeem Khan, David Brocklesby (Member of Family Law Panel) **& David Wilson.**

Head Office: 1st floor 48 Tooting High Street London SW17 0RG Tel: 020 8767 5005

Branch Office: 14-16 Mitcham Road, SW17 9NA Tel: 020 8682 4040

Morden Branch: 164 Kenley Road - Morden SW19 3DL Tel: 020 8545 0697

Mobile: 07702896350 -- 24hrs Crime Line: 07533667921

انہوں نے دیکھا کہ ایک قوی الہیکل شخص دائیں طرف اور ایک بائیں طرف موجود ہے، جو اُن کی ٹانگیں دبا رہے ہیں۔ چند ہی لمحوں میں وہ درد بھی غائب ہو گیا اور ساتھ وہ منظر بھی۔ والد صاحب نے جب یہ واقعہ مجھے سنایا تو مجھے خیال آیا کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو اس کشفی نظارے کے بغیر بھی اُنہیں شفا دے سکتا تھا لیکن اُس نے اپنے بندے سے اُس کے ظن کے مطابق سلوک فرمایا۔

حصولِ مراد کے علاوہ حصولِ رہنمائی کے لئے بھی وہ دعا کو ایک یقینی ذریعہ مانتے تھے اور دعا کے ذریعے حاصل شدہ رہنمائی پر عمل بھی کرتے۔ 1947ء میں یعنی بیعت سے چار سال قبل کی بات ہے، والد صاحب ایگریکلچر کالج سندھ میں بطور لیکچرار معاشیات کام کر رہے تھے۔ اُس وقت اُن کی تنخواہ ایک سو بیس روپے ماہوار تھی۔ اُنہی دنوں میں چنیوٹ سے تعلق رکھنے والے ایک معروف تاجر نے اپنی کمپنی میں والد صاحب کو چار ہزار روپے ماہوار تنخواہ پر ملازمت پیش کی۔ تب ایک رؤیا کے ذریعے والد صاحب کو یہ اِنذار ہوا کہ یہ لوگ ٹھیک نہیں۔ چنانچہ والد صاحب نے وہ پیشکش مسترد کر دی۔ ایک شخص جسے اپنی موجودہ تنخواہ سے قریباً تیس گنا زیادہ تنخواہ کی پیشکش ہو، وہ فقط ایک خواب کی بناء پر ایسے بظاہر سنہری موقع کو اسی صورت میں رد کر سکتا ہے جبکہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جاری ہدایت کے نظام پر پختہ یقین ہو۔ احمدی ہونے کے بعد والد صاحب کی زندگی میں دعا کی قبولیت اور دعا کا جواب پانا ایک روزمرہ کا معمول بن گیا۔

والد صاحب ابھی امریکہ میں تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ پر ربوہ میں قاتلانہ حملہ ہوا۔ یہ واقعہ 10 مارچ 1954ء کو ہوا۔ اس واقعہ سے چند روز قبل والد صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ والد صاحب سے کہتے ہیں ''ہاں! اے محسن! یہ لوگ ہمیں ستاتے ہیں''۔

والد صاحب کی بیعت کے بعد ان کے پاکستان پہنچنے سے قبل ہی ان کے احمدی ہونے کی خبر سرکاری حلقوں میں گردش کر رہی تھی۔ حکومت نے انہیں امریکہ اس لئے بھیجا تھا کہ وہ اقتصادیات میں ایم اے کریں۔ سو وہ انہوں نے بحسن و خوبی 1953ء میں کر لیا۔ لیکن اس خبر نے بعض حکومتی حلقوں کے مخفی تعصّبات کو بے نقاب بھی کر دیا۔ اگست 1954ء میں آپ واپس پاکستان پہنچے۔ پاکستان واپسی کے بعد والد صاحب کا تقرر مختلف حیلوں سے مؤخر کیا جاتا رہا اور 9 ماہ تک انہیں بغیر تقرر کے اور بغیر کسی تنخواہ کے رہنا پڑا۔ حکومت میں بعض لوگوں کا گمان تھا کہ شاید یہ دباؤ ان کے قدموں کو کمزور کر سکے، لیکن اللہ کے فضل سے ان کا قدمِ صدق اور اُن کا یقین مضبوط سے مضبوط تر ہوتا گیا۔ اس عرصے میں والد صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر کبیر کے بتفصیل اور بغور مطالعے کا خوب موقع ملا۔ اِسی عرصہ میں 30 اکتوبر 1954ء کو آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نظامِ وصیت میں شامل ہوئے۔ اور اسی دوران جب رمضان آیا تو والد صاحب احمدیہ ہال کراچی میں اعتکاف بیٹھے۔

اعتکاف کے دوران ایک دن نماز کے دوران حالت قعدہ میں والد صاحب نے بطور کشف اپنے سامنے اپنی تقرری کا خط دیکھا اور پڑھا، جس پر 25 مئی 1955ء کی تاریخ درج تھی اور تقرر بحیثیت Statisical Officer درج تھا۔ دلچسپ بات یہ ہوئی کہ اُس وقت بظاہر یہ تاریخ عید الفطر کی متوقع تاریخ سے ٹکرا رہی تھی۔ لیکن بعد میں رؤیت ہلال کے سبب عام تعطیلات کی تاریخیں بدل دی گئیں۔ والد صاحب پورے یقین کے ساتھ 25 مئی کو جب متعلقہ دفتر پتہ کرنے پہنچے تو اس وقت ان کی تقرری کا خط ٹائپ ہو رہا تھا۔ خط پر 25 مئی 1955ء کی تاریخ تھی اور تقرر بحیثیت Statisical Officer تھا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے والد صاحب کی پہلی بالمشافہ ملاقات 1955ء میں ہوئی جب حضور دورۂ سندھ فرما رہے تھے۔ پہلی ملاقات کے موقع پر ہی حضورؓ نے والد صاحب کو اپنے ساتھ کھانا کھانے کا شرف بھی بخشا۔ 1955ء میں جب حضورؓ بغرضِ علاج یورپ تشریف لے جاتے ہوئے کراچی رُکے تو والد صاحب کو حضورؓ کی حفاظتی ڈیوٹی دینے کا شرف حاصل ہوا۔ اِس موقع پر والد صاحب نے بے ساختہ ایک فی البدیہہ رباعی لکھ کر حضورؓ کی خدمت میں بھیج دی۔ رباعی یوں تھی :

میرا محمود مجھ پر مہرباں ہے
سدا قربان اُس پر میری جاں ہے
محمدؐ اور احمدؑ کا نمونہ
زمانے کے وہ اک نشاں ہے

حضورؓ نے اپنے قلم اس میں ترمیم فرمائی اور ''محمدؐ اور احمدؑ کا نمونہ'' کی جگہ ''محمدؐ اور احمدؑ کا خلیفہ'' کر دیا اور والد صاحب کو واپس ارسال فرما دی۔ والد صاحب کہا کرتے تھے کہ یہ حضورؓ کی عاجزی تھی کیونکہ لفظ ''نمونہ'' مثیل کے ہم معنی ہے جو کہ اعلیٰ تر مقام ہے، اور لفظ ''خلیفہ'' نائب کے ہم معنی ہے۔

والد صاحب کو اگرچہ تمام خلفاء سے گہری محبت اور عقیدت تھی لیکن حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں اکثر کہا کرتے تھے کہ ''وہ میرا عشق اوّل تھا''۔

1956ء میں جبکہ سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں والد صاحب کا تقرر حیدر آباد سندھ تھا، والد صاحب کو مجلس خدام الاحمدیہ کی سطح پر قائد ضلع اور قائد علاقہ کی حیثیت سے خدمت کی توفیق ملی۔ بعد ازاں والد صاحب کا تقرر ایگریکلچرا کانومسٹ کی حیثیت سے لاہور ہو گیا۔ لاہور میں بھی والد صاحب کو قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور کی حیثیت سے خدمت کی توفیق ملی۔

والد صاحب ایک پُر جوش داعی الی اللہ تھے۔ دعوت حق کے لئے ہر حال میں مستعد رہتے۔ احمدی ہونے سے پہلے غیر مسلموں کو دعوت اسلام دیتے رہے۔ احمدی ہونے کے بعد غیر مسلموں میں تبلیغ کے علاوہ غیر احمدی مسلمانوں میں تبلیغ کا ایک نیا دروازہ آپ کی زندگی میں کھل گیا۔ احمدی ہوتے ہی سب سے پہلے اپنے والد، بھائی بہنوں اور عزیز و اقارب کے نام تبلیغی خطوط لکھے۔ بعد میں تبلیغ کا یہ سلسلہ بہت وسعت اختیار کر گیا اور والد صاحب کی وفات تک چلتا رہا۔ اپنے مرض الموت کے دوران بھی جبکہ ہسپتال میں داخل تھے، غیر از جماعت عیادت کرنے والوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا مضمون سمجھاتے رہے۔ اُن کے ایک معالج ڈاکٹر خاص طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار سن کر بے حد متاثر ہوئے۔ مَیں نے بار بار دیکھا کہ گھر آنے والے غیر احمدی احباب کو والد صاحب نے بہت دلنشین اور دلنواز انداز میں احمدیت کا پیغام پہنچایا۔ نیز غیر مسلموں کے ساتھ بھی والد صاحب کی مذہبی مجالس دیکھیں۔ اگر بحث ہوئی بھی تو مہمان کا دل توڑے بغیر اس کی دلیل کو توڑا۔ والد صاحب نے ایک مرتبہ میرے دادا سیّد صاحب حسینی صاحب مرحوم کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف ''کشتی نوح'' پڑھنے کو دی۔ ایک خاص عبارت کو پڑھ کر میرے دادا رہ نہ سکے اور بے ساختہ والد صاحب نے کہا کہ ''واہ! تمہارا مرزا تو ولی تھا''۔ والد صاحب انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملفوظات پڑھ کر سناتے اور وہ بھی بہت شغف اور ادب سے سنتے۔ لیکن آخر تک بیعت نہ کی۔ میرے دادا کی وفات کے بعد والد صاحب بڑے درد اور بڑی حسرت سے کہتے تھے کہ ''ابا جان بہت قریب آ کر بھی رہ گئے''۔ والد صاحب کی بیعت کے بعد ابتداءً اُن کے تمام عزیز و اقارب کی طرف سے بہت شدید ردِّ عمل تھا۔ لیکن رشتہ داروں کی طرف سے قطع رحمی کی ہر کوشش کا جواب والد صاحب نے صلہ رحمی سے دیا۔ بیعت سے وفات تک قریباً نصف صدی کا طویل عرصہ بھی والد صاحب کے حوصلے اور تحمل کو تھکا نہ سکا۔ اللہ کے فضل سے میں بہت وثوق اور بہت یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ والد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم ''کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار'' پر ایسا عمل کیا کہ وہ عمل خود ایک آلۂ تبلیغ بن گیا۔ عزیز و اقارب کے ساتھ عقائد کا اختلاف اگرچہ قائم رہا لیکن والد صاحب کے اعلیٰ اور حسین اخلاق کے سبب مخالفت دھیرے دھیرے مدھم پڑ گئی اور والد صاحب کی محبت ہی انجام کار غالب رہی۔ میری ایک ددھیالی رشتہ دار عزیزہ نے بالآخر کشادہ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک روز والد صاحب سے کہا کہ ''جس عقیدے سے انسان خود راضی ہو، وہی ٹھیک ہے۔'' کلام کی اسی روانی میں والد صاحب نے جواب دیا کہ ''جس عقیدے سے خدا راضی ہو وہی ٹھیک ہے۔''

حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ کے ساتھ والد صاحب کا ایک خاص اُنس کا تعلق تھا۔ ایک ان لکھے اور ان کہے معاہدے کے تحت آپؓ کی ذات والد صاحب کے گارڈین کی حیثیت اختیار کر گئی تھی۔ 1960ء میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے والد صاحب کے بزرگ کی حیثیت سے خود اُن کا رشتہ اپنی ماموں زاد بہن یعنی میری والدہ سیّدہ امۃ الرفیق صاحبہ بنت حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ سے تجویز فرمایا۔ اس رشتہ پر حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے براہ راست والد صاحب سے اپنی اپنی دلی خوشی کا اظہار فرمایا۔ یہ واقعہ والد صاحب کے اپنے الفاظ میں یوں ہے:

''1960ء میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ان الفاظ میں بی بی کا رشتہ مجھے تجویز کیا کہ 'ہمارے دو ماموں تھے۔ حضرت میر محمد اسماعیل رضی اللہ عنہ اور حضرت میر محمد اسحاق رضی اللہ عنہ۔ بڑے ماموں بہت بڑے صوفی تھے اور چھوٹے ماموں بہت بڑے عالم تھے۔ میں بڑے ماموں جان کی صاحبزادی کا رشتہ تجویز کرنا چاہتا ہوں'۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے گویا میرے بزرگ کی حیثیت سے میری طرف سے اس رشتہ کا پیغام بھیجا۔ 5 نومبر 1961ء کو ہماری شادی ہوئی۔ یوں اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ کی دامادی میں لا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کا حصہ بنا دیا۔ رخصتانہ کے بعد باجی جان (حضرت چھوٹی آپا) حضرت مصلح موعودؓ کا پیغام لے کر میرے پاس آئیں کہ حضورؓ نے تمہارے نام پیغام دیا ہے کہ حضرت اللہ پاشا سے کہو کہ میں نے اسے اپنی بیٹی دی ہے''۔

والد صاحب نے خدا کی خاطر اپنے خاندان کی قربتوں کو کھویا تھا۔ خدا نے انہیں حضرت میر محمد اسماعیل رضی اللہ عنہ کی دامادی میں لا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کی صورت میں نئی رشتہ داریاں عطا کر دیں۔ ''ترک رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا'' کے شیریں ثمرات میں سے یہ بھی ایک ثمر تھا، جو والد صاحب کو اِسی جہان میں مل گیا۔ جو نئے رشتے میری والدہ کے حوالے سے قائم ہوئے، انہیں والد صاحب نے آخر تک پورے قلبی لگاؤ کے ساتھ نبھایا۔

حضرت مصلح موعودؓ سے خاص تعلق کے حوالے سے ایک بہت دلچسپ واقعہ جو والد صاحب نے مجھے سنایا وہ انہی کے الفاظ میں یوں ہے: ''ایک مرتبہ میں نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے نام ایک خط لکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نے وہ خط حضرت مصلح موعودؓ کو پڑھا دیا۔ بعد میں جب حضرت صاحب سے ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے کہ: جس طرح کا خط آپ نے میاں بشیر احمد صاحب کو لکھا ہے ویسے خط مجھے بھی لکھا کریں۔'' یہ حضرت مصلح موعودؓ کی خاص شفقت کی ایک مثال ہے۔

خلافت ثانیہ کی ہی بات ہے، والد صاحب نے کسی مسئلہ کے حوالے سے خود بھی بہت دعا کی اور کئی بزرگوں کو بھی دعا کے لئے کہا لیکن وہ مسئلہ حل نہ ہوا۔ ایک روز والد صاحب کو یہ غیبی آواز سنائی دی کہ ''مرزا ناصر احمد کو دعا کے لئے کہو''۔ چنانچہ والد صاحب نے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ کو دعا کے لئے کہا اور وہ مسئلہ حل ہو گیا۔ خلافت ثالثہ کے انتخاب کے بعد جب والد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کے لئے حاضر ہوئے تو جونہی ان کی نظر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث پر پڑی انہوں نے بطور کشف دیکھا کہ گویا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نہیں بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ہی بیعت لے رہے ہیں۔ والد صاحب اس نظارے کا مطلب یہ بیان کرتے تھے کہ دو خلافتوں کے درمیان دراصل ایک روحانی تسلسل ہوتا ہے۔ اور گویا سلسلہ منقطع ہوتا ہی نہیں۔

1967ء میں حکومت پاکستان نے والد صاحب کو ایک مرتبہ پھر اعلیٰ تعلیم کی غرض سے امریکہ بھجوایا۔ چنانچہ آپ نے مشی گن سٹیٹ یونیورسٹی جو بطور مخفف MSU بھی کہلاتی ہے، سے ایگریکلچرا کنامکس میں MSc کی ڈگری حاصل کی۔ قیام امریکہ کے اس دوسرے دور میں بھی والد صاحب کی تبلیغی مساعی جاری رہیں اور کئی مرتبہ عیسائی چرچوں میں جا کر ''اسلام'' کے موضوع پر تعارفی لیکچر دینے کی توفیق پائی۔

والد صاحب کی شخصیت کا یہ خاصہ تھا کہ کسی بھی معاملے میں اپنی رائے کے اظہار میں قول سدید پر سختی سے کاربند رہتے، نتیجہ اُس کا جو بھی نکلتا۔ اگر رائے دینے کا موقع آتا تو وہی بیان کرتے جو دل سے مانتے اور جس پر ان کی عقل مطمئن ہوتی۔ نہ کثرتِ رائے سے مرعوب ہوتے اور نہ عواقب کو خاطر میں لاتے۔ مشی گن سٹیٹ یونیورسٹی سے MSc کرنے کے بعد انہوں نے PhD کے کورس میں داخلہ لیا۔ بڑی کامیابی سے پڑھائی میں پیش رفت ہوتی رہی۔ کسی اصولی موقف پر والد صاحب کا اپنے

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

دو پروفیسر اساتذہ سے اختلاف رائے ہوا۔ پروفیسر صاحبان نے مختلف ذرائع سے والد صاحب پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی کہ وہ اپنا مؤقف بدلیں۔ لیکن والد صاحب جس رائے پر قائم تھے، قائم رہے۔ بالآخر انہیں اپنی پی ایچ ڈی کا کورس تکمیل سے قبل ہی ترک کر کے 1970ء میں واپس وطن آنا پڑا۔

1977ء میں پاکستان میں قومی انتخابات ہوئے۔ اس وقت پیپلز پارٹی کی حکومت قائم تھی۔ والد صاحب کو اپنے سرکاری عہدے کی وجہ سے ایک سرکاری گاڑی ملی ہوئی تھی۔ جب انتخابات کی مہم شروع ہوئی تو والد صاحب کے محکمہ کے وزیر صاحب نے والد صاحب سے کہا کہ وہ خود اپنی سرکاری کار باضابطہ طور پر انتخابی مہم کے لئے پیش کریں۔ والد صاحب نے انہیں بتایا کہ قانون اور قواعد کی رُو سے یہ جائز نہیں کہ سرکاری کار کو سیاسی اغراض کے لئے استعمال کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اس بات پر وزیر نے برہم ہی ہونا تھا۔ وزیر نے اپنی ناراضگی کا اظہار دھمکیوں کی صورت میں کیا۔ تاہم والد صاحب اپنے اصولی موقف پر قائم رہے اور کسی صورت نہ ٹلے۔ والد صاحب کے ساتھ کام کرنے والے تمام غیر احمدی افسران یہ برملا اعتراف کرتے تھے کہ پاشا صاحب انتہائی دیانت دار اور انتہائی کھرے اور صاف افسر تھے۔ اکثر سرکاری افسران اپنی ریٹائرمنٹ تک اتنا کچھ جمع کر چکے ہوتے ہیں کہ بوقت ریٹائرمنٹ کچھ جائیداد بھی ہوتی ہے اور کچھ نہ کچھ بینک میں بھی ہوتا ہے۔ والد صاحب سے بہت جونیئر افسران بھی اپنی کوٹھیاں بنا چکے تھے۔ والد صاحب کی بوقت ریٹائرمنٹ نہ کوئی جائیداد تھی، نہ کوئی مکان اور نہ کوئی بینک بیلنس۔

جب والد صاحب کی ریٹائرمنٹ کا وقت قریب آنے لگا تو میری والدہ کو طبعاً یہ فکر پیدا ہوئی کہ آگے گزر بسر کا کیا انتظام ہوگا۔ ہم لوگ ابھی پڑھ رہے تھے۔ والدہ صاحبہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا۔ حضورؒ نے جواباً تحریر فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ آپ کے میاں کے لئے اُن کی ریٹائرمنٹ سے پہلے ہی بہتر انتظام فرما دے۔“ والد صاحب نے جون 1982ء کو ریٹائر ہونا تھا۔ اپریل 1982ء میں ایک پرائیویٹ کمپنی نے والد صاحب کی خدمات بطور ماہر اقتصادیات حاصل کرنے کی غرض سے اُن سے رابطہ کیا۔ ریٹائرمنٹ کے اگلے روز ہی والد صاحب نے سرکاری تنخواہ سے تین گناہ تنخواہ پر اس کمپنی میں بطور اکانومسٹ کام شروع کر دیا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعا کو والد صاحب کے حق میں لفظاً قبول فرمایا اور فی الواقعہ ریٹائرمنٹ سے قبل بہتر روزگار کا انتظام فرما دیا۔ **الحمد للّٰہ علی ذالک**۔ یہ واقعہ والد صاحب کی زندگی میں **یَرزُقُہُ مِن حیثُ لَا یَحتَسِبُ** کے متعدد نظاروں میں سے ایک ہے۔ والد صاحب جس زمانے میں حکومت سندھ کے جوائنٹ چیف اکانومسٹ کے عہدے پر فائز تھے، ان کے دفتر جانے کا کئی بار اتفاق ہوا۔ اُن کی میز پر بچھے شیشے کے نیچے ایک کاغذ پر ہاتھ سے لکھی یہ تحریر ہوتی تھی ”خداداری چہ غم داری“۔

نماز کا سینٹر چونکہ گھر سے کچھ فاصلہ پر تھا، اس لئے تقریباً تمام عمر ہی گھر میں گھر والوں کے ساتھ نماز باجماعت کا اہتمام رکھا۔ بہت دلنشین تلاوت کرتے تھے۔ ایک دفعہ ذکر الٰہی کے حوالے سے بات چلی تو کہنے لگے کہ ”جس دم غافل اُس دم کافر“۔ اب سوچتا ہوں کہ اگر کفر کی یہ تعریف مدّنظر رکھی جائے تو شاید کسی اور کو کافر قرار دینے سے قبل انسان کو اپنا کفر نظر آجائے۔ اکثر رات 2 بجے کے قریب بیدار ہو جاتے اور پھر فجر تک اپنا وقت نماز اور مطالعہ میں گزارتے۔ ایک مرتبہ مجھ سے کہنے لگے کہ ”میرا دمہ بڑا مبارک مرض ہے۔ مجھے تہجد کے لئے اٹھا دیتا ہے۔“ ایک مرتبہ والد صاحب کے مطالعہ کی میز کی صفائی کر رہا تھا کہ ایک طویل فہرست ملی ناموں کی اور فہرست کے عنوان سے میں نے اندازہ لگالیا کہ یہ وہ نام ہیں جن کے لئے ہر رات دعا کی جاتی ہے۔

قرآن کریم کا مطالعہ نہایت استغراق سے کرتے اور حاشیہ نگاری کرتے۔ بارہا ایسا ہوا کہ آپ قرآن کریم کا مطالعہ کر رہے تھے اور کھانا لگ گیا۔ کھانے کے لئے آپ کو بلایا گیا۔ لیکن مطالعے میں اس قدر گم ہوتے کہ آنکھیں اٹھا کر اس طرح دیکھتے جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہے ہوں کہ کون آواز دے رہا ہے۔ کتابوں سے بالعموم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف سے خاص طور پر اُنس تھا۔ حضورؑ کی اکثر کتب کو کئی کئی مرتبہ پڑھ چکے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی کتاب پڑھتے پڑھتے والد صاحب اچانک کہتے ”سنو“ اور پھر حضورؑ کی وہ عبارت پڑھ کر سناتے۔ پھر سر دھنتے ہوئے کہتے کہ ”کیا بات ہے!“۔ جتنا عرصہ کراچی کے حلقہ کلفٹن کے صدر جماعت کے طور پر خدمت کی توفیق پائی، اس کوشش میں مصروف رہے کہ حلقے کی ایک اچھی لائبریری بن جائے جس سے لوگ استفادہ کریں اور اپنی اکثر ذاتی کتابیں بھی اس لائبریری کو عطیہ کے طور پر پیش کر دیں۔ یہ لائبریری فضل عمر لائبریری کے نام سے حلقہ کلفٹن کے جماعتی مرکز بیت الرحمان میں آج بھی قائم ہے۔

صلہ رحمی اور رشتوں کے حقوق کی ادائیگی میں آپ غیر معمولی حسن خلق کے مالک تھے۔ اپنی عائلی زندگی میں جہاں **خَیرُکُم خَیرُکُم لِاَھلِہٖ** کے معیار پر قائم تھے وہاں **اَکرِمُوا اَولَادَکُم** پر بڑی عمدگی سے ہمیشہ عمل پیرا رہے۔ اولاد کے اکرام کے ساتھ ساتھ اولاد سے بے تکلفانہ دوستی کا معاملہ بھی قائم رکھا۔ سرزنش کے بجائے نصیحت کا انداز اختیار کئے رکھا۔ تحسین میں بہت فراخ دل تھے اور تنقید بہت نپی تلی ہوتی۔ بہت زُود حس لیکن بہت صابر تھے۔ بہت اچھے سامع تھے اور بچوں کی بات بڑی توجہ سے سنتے۔ ہماری دلچسپیوں میں دلچسپی لیتے۔ انتہائی سنجیدہ مضامین سے لے کر کسی ٹی وی ڈرامے کی تازہ قسط پر تبصرہ تک، ہر موضوع پر ہمارے برابر کی سطح پر آکر بات کرتے۔ اپنے قول سے بڑھ کر اپنے عمل سے انہوں نے ثابت کیا کہ وہ فی الواقعہ بہوؤں کو بیٹیاں اور داماد کو بیٹا جانتے تھے۔ گھر میں تبادلہ خیالات کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کرتے۔ خود بھی مدلّل بات کرتے اور اچھی دلیل کو سراہتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دادا بھی بنایا اور نانا بھی اور دونوں حیثیتوں میں وہ سراپا شفقت تھے۔ میرے دوھیالی رشتہ داروں کے مذہبی تعصّبات کے بدلے میں والد صاحب کی طرف سے ہمیشہ محبت اور انکسار کا اظہار رہا اور رشتہ داری کے حق کو حق سمجھتے ہوئے پورے انشراحِ صدر سے نبھایا۔ اسکے نتیجہ میں دوسری طرف بھی رویوں میں آہستہ آہستہ شدت کم ہوگئی اور تعصّب ماند پڑنے لگا۔

نہ صرف یہ کہ مولویت والد صاحب کو چھُو کر نہیں گزری بلکہ مولویانہ رویّوں اور رجحانات سے والد صاحب سخت بیزاری رکھتے تھے۔ کسی بھی موضوع پر آپ کا رجحان judgemental نہ ہوتا بلکہ مخالف دلیل کو بھی پوری توجہ سے سنتے اور اگر کوئی بلا دلیل کسی مؤقف پر اصرار کرتا تو بعض اوقات مسکراتے ہوئے کہہ دیتے کہ یہ تو مولویانہ انداز ہے۔ جس زمانہ میں پاکستان کی نام نہاد مذہبی سیاسی جماعتوں نے نفاذِ شریعت کی تحریک چلا رکھی تھی، والد صاحب نے دو رباعیاں کہیں جو درج ذیل ہیں:

شور ہے دستور پاکستان کا اسلام ہو
اور اپنی قوم کا دنیا میں اُونچا نام ہو
زندگی لیکن ہماری غیر اسلامی رہے
اور ہمیں مومن بنانا حاکموں کا کام ہو

دوسری رباعی مولویوں کے بارے میں تھی۔ وہ یوں تھی:

اِن کا مقصد ہے حکومت اِن کا مطلب لیڈری
قتل وخوں، دہشت پسندی، خانہ جنگی، خودسری
بھیس ہے مذہب کا لیکن ہے سیاسی کاروبار
مذہبی سوداگروں کی دیکھ لی سوداگری

آپ نے کسی قلمی نام سے یہ رباعیاں کہیں شائع بھی کروائیں۔

اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو ایک روشن اور متبسم چہرے کے ساتھ روشن خیالات اور شگفتہ طبیعت بھی عطا فرمائی تھی۔ زندہ دلی اور ظرافت اُن کے مزاج کا حصہ تھی۔ ایک مرتبہ ہم کراچی کے علاقہ صدر سے گزر رہے تھے۔ والد صاحب ڈرائیو کر رہے تھے اور میں ساتھ بیٹھا تھا۔ ٹریفک کی بھیڑ کے سبب گاڑی رُکی ہوئی تھی۔ ہماری دائیں طرف سے ایک نوجوان سائیکل سوار سیدھا ہماری طرف آرہا تھا۔ اسے آتا دیکھ کر مجھے خیال گزرا کہ شاید یہ اب بریک لگائے کہ اب۔ بہرحال موصوف نے کسی وجہ سے بریک نہ لگائی اور اپنی سائیکل والد صاحب کی طرف کار کے دروازے میں دے ماری۔ والد صاحب نے بڑے اطمینان سے دروازے کا شیشہ نیچے کیا اور مسکراتے ہوئے اس نوجوان سے کہا کہ ”میاں، یہ ذرا دوبارہ کر کے دکھایئے۔“ ایک مرتبہ ناشتے کے دوران میری والدہ صاحبہ والد صاحب کو دو شخصیات کا مکالمہ سنا رہی تھیں۔ چند لمحوں میں وہ قصہ کچھ ایسی شکل اختیار کر گیا کہ ”اِس نے اُس سے یہ کہا اور اُس نے اِس سے یہ کہا۔“ والد صاحب نے ناشتہ کرتے کرتے اپنے مخصوص ٹھہرے ہوئے لہجے میں امی سے کہا کہ ”بی بی آپ ضمائر میں بات کرتی ہیں۔“

اُداسی کی حالت میں بھی اُن کے چہرے پر طمانیت ہوتی تھی۔ عسر اور یُسر دونوں حالتوں میں خندہ پیشانی اُن کی شخصیت کی پہچان تھی۔ زندگی کی آزمائشیں اُن کی دلاویز مسکراہٹ چھین نہ سکیں۔ اُن کی زبان سے کئی بار میں نے ایک رباعی سنی جو یوں تھی:

کیا بھلا ہو میری مرضی کے خلاف
جو کہ حسبِ مرضیٔ دلبر ہوا
کیا ہوا کیسے ہوا کیونکر ہوا
جو ہوا اچھا ہوا بہتر ہوا

مَیں نے ایک دفعہ پوچھا کہ یہ رباعی کس کی ہے۔ کہنے لگے کہ ایک اجنبی پاس آکر بیٹھا، یہ رباعی سنائی اور چلا گیا۔ نہ اس شخص سے تعارف ہو سکا نہ یہ پتہ لگ سکا کہ رباعی کس کی ہے۔ بہرحال یہ رباعی انہیں یاد رہ گئی اور اسے اکثر پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے والد صاحب سے پوچھا کہ آپ کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟ کہنے لگے کہ ”یہ کہ جب میں اپنے مولا کے حضور حاضر ہوں تو وہ مجھ سے راضی ہو اور میں اُس سے راضی ہوں“۔ ایک اور فقرہ جو میں نے والد صاحب کی زبان سے کئی مرتبہ سنا ہے، یہ ہے کہ ”ہرچہ از یار خوب است“ یعنی جو بھی اُس یار کی طرف سے ہے اچھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو کئی پہلوؤں سے خدمت دین کی توفیق بخشی۔ قائد ضلع و علاقہ خدام الاحمدیہ حیدر آباد اور قائد ضلع لاہور رہے اور ان حیثیتوں میں بڑی جانفشانی کے ساتھ کام کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی کوششوں کو ثمر بار بھی کیا۔ ایک طویل عرصہ صدر حلقہ جماعت احمدیہ کلفٹن کراچی رہے اور صدر اصلاحی کمیٹی کراچی اور سیکرٹری تعلیم القرآن جماعت احمدیہ کراچی رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپ کو مرکزی صد سالہ جوبلی سٹینڈنگ کمیٹی کا رکن مقرر فرمایا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ڈائریکٹر ناصر فاؤنڈیشن مقرر فرمایا۔ بیعت کے بعد سے لے کر وفات تک بیشتر مرکزی مجالس شوریٰ میں نمائندہ کی حیثیت سے شرکت کی اور بہت بھرپور انداز سے مشاورت کے عمل میں حصہ لیا۔ لیکن اب جب والد صاحب کی زندگی کا جائزہ خدمتِ دین کے حوالے سے لیتا ہوں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اگر یہ تمام جماعتی ذمہ داریاں اور ان کی راہ سے کھلنے والی خدمتِ دین کی توفیق ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور دوسرے پلڑے میں مرحوم کی دعوت و تبلیغ کو رکھا جائے تو دعوت و تبلیغ والا پلڑا شاید بھاری ہو۔ دعوتِ حق کے لئے جوش اُن کی ذات پر حاوی تھا اور اُن کی شخصیت کی علامت تھا اور یہ جوش اُن کے آخری سانس تک اُن کے ساتھ رہا۔

اپنی وفات سے کچھ عرصہ قبل اُنہوں نے میری والدہ سے کہا کہ ”جو ہونا ہے عید سے پہلے ہوگا“۔ والد صاحب نے 14 نومبر 2002ء بروز جمعرات 79 برس کی عمر میں وفات پائی۔ یہ دن 8 رمضان المبارک 1423ھ کا تھا اور یوں جو ہونا تھا ”عید سے پہلے“ ہوا۔ آپ بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ ونوّرمرقدہٗ وارفع دراجتہٖ وادخلہ فی جنۃ النعیم۔

اللہ تعالیٰ کی تقدیریں عجب ہوتی ہیں۔ وہ پانچواں چاند جس کی بشارت تو آپ پا چکے تھے لیکن جس کے طلوع ہونے سے چند ماہ قبل آپ اس جہان سے رخصت ہوئے، اُسی چاند یعنی حضرت مرزا مسرور احمد صاحب نے، جو اُس وقت امیر مقامی و ناظرِ اعلیٰ تھے، آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور بوقتِ تدفین دعا کروائی۔ مرحوم کے ہی الفاظ میں کہتا ہوں کہ ”ہرچہ از یار خوب است۔“

جب گذر جائیں گے ہم تم پہ پڑے گا سب بار
سستیاں ترک کرو طالبِ آرام نہ ہو
ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو
(کلام محمود)

قائم شدہ 1952
خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز ربوہ
ریلوے روڈ 6214750 6214760
اقصیٰ روڈ 6212515 6215455
پروپرائٹر۔ میاں حنیف احمد کامران
Mobile: 0300-7703500

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TLU.K.

''الفضل ڈائجسٹ'' کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

حضرت قاضی ضیاءالدین صاحبؓ قاضی کوٹی

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 12/مئی 2007ء میں حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ آف کوٹ قاضی محمد جان ضلع گوجرانوالہ کا ذکرخیر شامل اشاعت ہے۔ قبل ازیں آپؓ کے بارہ میں ایک مضمون ''الفضل انٹرنیشنل'' 18/اگست 2000ء میں شامل اشاعت ہے۔

حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ 1843ء میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے علاقہ میں زہد وتقویٰ کی وجہ سے مشہور تھے۔ آپ کو بزرگوں اور اہل اللہ کی زیارت کا بے حد شوق تھا چنانچہ جب حضرت مسیح موعود کا علم ہوا تو پہلی مرتبہ فروری 1885ء میں قادیان پہنچے اور قادیان میں پانچ روز قیام کے بعد واپس روانہ ہونے سے قبل 7 فروری 1885ء کو مسجد اقصیٰ کی ایک دیوار پر کالی سیاہی سے یہ شعر تحریر کر گئے کہ

حسن و خوبی دلبری بر تو تمام
صحبتے بعد از لقائے تو حرام

یعنی حسن سیرت وخوبی اخلاق تجھ پر ختم ہیں اور تیری ملاقات کے بعد کسی اور کی صحبت چاہنا جائز نہیں۔

نیز لکھا کہ میں اپنی بیمار والدہ کی وجہ سے واپس جا رہا ہوں ورنہ اس جگہ سے جدائی اب مجھے گوارا نہیں۔

حضور کے دعویٰ بیعت کے وقت آپ تیسری مرتبہ حضور کی زیارت کے لئے قادیان جا رہے تھے۔ بٹالہ پہنچے تو خبر ملی کہ حضرت اقدسؑ لدھیانہ ہیں چنانچہ وہاں سے لدھیانہ آئے اور 24/مارچ 1889ء کو حضورؑ کے ہاتھ پر بیعت کی توفیق پائی۔ علاقہ گوجرانوالہ میں آپؓ پہلے احمدی تھے۔ بیعت کے بعد حضورؑ نے فرمایا آپ کو بہت ابتلاء پیش آئیں گے سو ایسا ہی وقوع میں آیا اور اللہ تعالیٰ نے اس شدید ابتلاء میں آپ کو استقامت عطا فرمائی۔ حضورؑ نے بھی آپؓ کے نام خطوط میں صبر وہمت کی تلقین فرمائی۔ حضرت اقدسؑ نے ''تریاق القلوب'' میں 74ویں نمبر پر آپؓ کے متعلق پیشگوئی کا بطور نشان ذکر فرمایا ہے۔

شدید مخالفت کے باوجود بھی آپؓ تبلیغ کا بہت جوش رکھتے تھے۔ اس کے لئے سفر بھی کرتے رہتے۔ آپؓ کو حضرت اقدسؑ کے ساتھ بھی بعض سفروں میں جانے کا شرف حاصل ہوا۔ حضور نے اپنی کتب میں بعض پیشگوئیوں میں گواہ کے طور پر آپؓ کا نام بھی درج فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ آپؓ کو اور آپؓ کے دو بیٹوں کو 313 صحابہ میں شامل ہونے کا فخر بھی حاصل ہے۔ فہرست میں تینوں کے نام اس طرح درج ہیں۔

35۔ قاضی ضیاءالدین صاحب قاضی کوٹی

145۔ قاضی عبدالرحیم صاحب فرزند رشید قاضی ضیاءالدین صاحب کوٹ قاضی گوجرانوالہ

281۔ قاضی عبداللہ صاحب کوٹ قاضی

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 ص 328,327,325)

313 صحابہ میں سے گیارہ صحابہ آپؓ ہی کے ذریعہ داخل احمدیت ہوئے۔ حضورؑ کی تحریک پر آپ 1900ء میں ہجرت کر کے قادیان آ گئے۔ یہاں کسب معاش کے ذرائع محدود ہونے کے باعث آپ جیسے بلند پایہ عالم اور حاذق طبیب جلد سازی اور سٹیشنری کی دوکان برائے نام کرنے پر مجبور ہوئے۔ قادیان میں بھی خدمت سلسلہ میں مصروف رہتے۔ مہمانوں سے ملاقات کر کے سلسلہ سے متعلق گفتگو کرتے۔

زمانۂ بیعت سے قبل ایک بار آپؓ وضو کر رہے تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ کے دریافت کرنے پر آپؓ کا نام اور پتہ بتاتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ اس شخص کو ہمارے ساتھ عشق ہے۔ چنانچہ حضرت قاضی صاحبؓ اس بات پر فخر کیا کرتے اور حیران ہوتے تھے کہ حضورؑ کو میرے دل کی کیفیت کا کیونکر علم ہو گیا۔

حضرت قاضی صاحبؓ نے 12/مئی 1904ء کو 61 سال کی عمر میں قادیان میں وفات پائی۔ حضورؑ اس وقت گورداسپور میں تھے، حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے جنازہ پڑھایا اور قادیان میں دفن ہوئے (ان دنوں ابھی بہشتی مقبرہ نہیں بنا تھا)۔ آپ کی وفات سے پہلے حضور کو الہام ہوا تھا: ''وہ بے چارہ فوت ہو گیا''۔ (ماخوز از اصحاب احمد جلد ششم)

حضرت عائشہ بیگم صاحبہؓ

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 14/مئی 2007ء میں مکرمہ ا۔ حیدری صاحبہ کے قلم سے اُن کی ساس محترمہ عائشہ بیگم صاحبہ کا ذکرخیر شامل اشاعت ہے۔

حضرت عائشہ بیگم صاحبہؓ بنت حضرت مستری حسن دین صاحبؓ آف سیالکوٹ کا تعلق ایک مذہبی گھرانہ سے تھا۔ آپؓ کی شادی حضرت حافظ عبدالعزیز صاحبؓ سے ہوئی تھی۔ طاعون کے زمانہ میں آپ بھی اس کا شکار ہو گئیں۔ اس پر آپؓ کی والدہ نے اور آپؓ نے بھی بہت تڑپ کر دعائیں کیں اور بلند آواز میں استغفار کیا۔ اچانک آپؓ نے دیکھا کہ ایک بلا آپؓ کے سرہانے کھڑی ہے اور کہتی ہے کہ میں تو تمہیں لینے آئی تھی مگر تم لوگوں نے اتنی استغفار کی ہے۔ لو اب میں جاتی ہوں۔ پھر صحت عطا ہو گئی۔

حضرت مستری حسن دین صاحبؓ بہت سخت طبیعت کے مالک تھے۔ لیکن جب احمدی ہو گئے تو حالت یکسر بدل گئی اور غصہ تو نام کا بھی نہ باقی رہا۔ اللہ تعالیٰ نے کئی امور کی آپؓ کو پہلے سے خبر دی۔ ایک بیٹی کا رشتہ آیا تو آپؓ نے بلاتحقیق دعا کر کے ہاں کر دی۔ شادی والے دن پتہ چلا کہ دولہا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے خواب میں دکھایا تھا اور وہ تھے حضرت غلام رسول صاحبؓ جو 313 صحابہ میں شامل ہیں۔

قبول احمدیت کے بعد حضرت مستری صاحبؓ نے اپنی بیوی کو قرآن پاک پڑھانا شروع کیا مگر بہت کوشش کرنے پر بھی وہ نہ چل سکیں۔ آخر آپؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں ماجرا عرض کیا تو حضورؑ نے ارشاد فرمایا: ''مستری جی! اپنی بیوی کو قرآن پاک پڑھاؤ اب پڑھیں گی اور پڑھائیں گی''۔ چنانچہ پھر انہوں نے قرآن پاک پڑھا اور کئی گھرانوں کو بھی پڑھایا۔

حضرت عائشہ بیگم صاحبہؓ کی شادی یوں ہوئی کہ حضرت حافظ عبدالعزیز صاحبؓ کی تین بیویاں یکے بعد دیگرے وفات پا گئیں تو جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر حضرت حسن دین صاحبؓ نے اپنی بیٹی کا رشتہ حضرت حافظ صاحبؓ سے کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت حافظ صاحبؓ نے کہا: ''مستری جی! میری بیویاں مر جاتی ہیں۔ میں شادی کیسے کروں؟''۔ اس پر حضرت مستری صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کیا۔ حضورؑ نے فرمایا: ''حافظ جی! شادی کرو، ہم نے دعا کی ہے زندگی والی ہو گی اور صاحب اولاد ہو گی''۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دو بیٹیاں اور سات بیٹے عطا کئے اور حضرت عائشہ صاحبہؓ نے 85 سال عمر پائی۔

حضرت مسیح موعودؑ کی خواہش پر حضرت مستری صاحبؓ مع اہل وعیال سیالکوٹ سے قادیان چلے گئے۔ آپؓ ٹھیکیداری کر کے مکانات بنوایا کرتے تھے۔ قادیان میں آپؓ کو ایک چھوٹا سا کمرہ ملا تو آپؓ کی اہلیہ نے حضورؑ کی خدمت میں اس بارہ میں عرض کیا، اس پر حضورؑ نے اُسی دن ایک بڑا کمرہ مہیا فرما دیا۔

حضرت حافظ صاحبؓ نے سیالکوٹ میں کئی مکانات تعمیر کروا کر کرایہ پر اٹھا رکھے تھے۔ حضرت عائشہ صاحبہؓ ہر کرایہ دار سے ذاتی تعلق رکھتیں، ضرورتمندوں کی مدد کرتیں، بیماروں کی دوا کا انتظام کرتیں۔ کسی کے بچہ ہونے والا ہوتا تو اُس کے بچوں کے کھانے کے علاوہ کئی دن تک خاتون کو دبانا بھی اپنے فرائض میں شامل کر لیتیں۔ سب لوگ آپؓ کو اماں جان کہہ کر پکارتے۔ طبیعت میں انتہائی سادگی تھی۔ بیوہ اور یتیم عورتوں کو اپنی بہنوں اور بچوں کی طرح سمجھتی تھیں۔ تلاوت قرآن میں باقاعدہ اور تہجد گزار تھیں۔ اشراق کی نماز بھی ہمیشہ ادا کرتیں۔ بہت دعا گو اور صاحب رؤیا و کشوف تھیں۔

آپؓ کے ایک بیٹے کو بی اے کا امتحان دینے سے پہلے ٹی بی ہو گئی اور انہیں ٹی بی ہسپتال راولپنڈی میں داخل کرا دیا گیا۔ آپؓ نے ہسپتال کے سامنے ایک کمرہ کرائے پر لے لیا۔ ایک تخت پر جائے نماز بچھائی اور سجدہ سے اس وقت سر اٹھایا جب خدا تعالیٰ نے مکمل تسلی دی۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے معجزانہ طور پر بیٹے کو شفا دی۔

کئی دیگر معاملات میں بھی دعا کرتیں تو تسلّی پا لیتیں۔ ایک دن بیٹے سے کہنے لگیں کہ مجھے پنڈی پہنچا دو میں نے دیکھا ہے آواز آئی ہے ''کوہاٹی بازار چلو''۔ چنانچہ آپؓ کو پنڈی بھجوا دیا گیا۔ وفات سے چند دن پہلے 25 تاریخ کے بارہ میں پوچھا کرتی تھیں کہ کب آئے گی؟ وفات سے تھوڑی دیر پہلے بچوں سے باتیں کیں، پھر اپنے ہاتھوں سے اپنی آنکھیں بند کیں اور بازو سیدھے کر لئے۔ ساتھ ہی لب ہلنے لگے اور جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔

25 دسمبر 1975ء کو وفات ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔

محترم مولوی سردار احمد خادم صاحب

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 11 مئی 2007ء میں مکرم شہود آصف صاحب کے قلم سے اُن کے دادا محترم مولوی سردار احمد خادم صاحب کا ذکرخیر شامل ہے۔

محترم مولوی سردار احمد خادم صاحب ولد پیر بخش صاحب 1927ء میں ''چوہے مل'' ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں آپ قرآن کریم پڑھنے کے لئے ایک احمدی کے پاس جایا کرتے تھے۔ اگرچہ اُس گاؤں میں احمدیوں کی تبلیغ کے جواب میں شدید سختی کا مظاہرہ کیا جاتا تھا لیکن اُس احمدی کی کوششوں اور ایک خواب کی وجہ سے محترم سردار صاحب نے قریباً پندرہ سال کی عمر میں احمدیت قبول کر لی۔ پھر کوشش کر کے اپنی والدہ کو بھی احمدی بنا لیا۔ اس پر آپ کے بھائیوں اور گاؤں والوں نے شدید مخالفت کی۔ اس مخالفت کا کئی سال مقابلہ کرتے ہوئے 1959ء میں آپ ہجرت کر کے ربوہ آ گئے اور دارالنصر شرقی میں رہائش پذیر ہوئے۔ وہاں ایک لائبریری بھی بنائی اور پھر زندگی وقف کر دی۔ معلمین وقف جدید کی کلاس سے فراغت کے بعد آپ نوابشاہ اور تھرپارکر میں طویل عرصہ تک خدمات بجالاتے رہے پھر لمبا عرصہ پنجاب میں بھی مختلف مقامات پر خدمت کی۔ کئی سعید روحوں نے آپ کے ذریعے احمدیت قبول کی۔

1987-88ء میں ریٹائر ہو کر آپ ربوہ میں ہی مقیم ہوئے اور صدر محلّہ نیز کئی حیثیتوں سے خدمت سرانجام دیتے رہے۔ محلّہ کی مسجد کی تعمیر میں بھی خاص خدمت کی توفیق پائی اور مزدوروں کی طرح کام کیا۔ لمبا عرصہ امام الصلوٰۃ بھی رہے۔

خلفاء سے خاص محبت اور قلبی لگاؤ تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع سے وقف جدید کے حوالہ سے بہت شفقت حاصل کی۔ عبادات میں شغف تھا۔ تہجد گزار اور باجماعت نماز کے عادی تھے۔ روزانہ 10 پارے تلاوت کرنا آپ کا معمول تھا۔ بچوں کو آخری عمر تک قرآن کریم پڑھاتے رہے۔ رمضان کے روزے بہت اہتمام سے رکھتے تھے۔ قبول احمدیت کے کچھ عرصہ بعد ہی وصیت کر لی تھی۔

آپ نے ہومیوپیتھی میں بھی کورسز کر رکھے تھے اور لوگ دُور دُور سے بغرض علاج آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ باغبانی کا بھی بہت شوق تھا۔ حلقہ احباب میں بہت پسند کئے جاتے۔ غیر از جماعت رشتہ داروں سے بھی صلہ رحمی فرماتے تھے۔ کبھی شکوہ نہ کرتے، ہمیشہ خدا کی رضا پر راضی رہے اور اسی پر توکل کیا۔ آخری عمر میں ہومیوپیتھک کلینک بنایا ہوا تھا۔

2/فروری 2002ء کو آپ کی وفات ہوئی۔

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide
20th March 2009 – 26th March 2009

Please Note that programme and timings may change without prior notice All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8875 4272 or fax +44 20 8874 8344

Friday 20th March 2009

00:00	MTA World News
00:15	Tilawat & MTA News
01:00	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 10th July 1997.
02:05	From Our Kitchen to Yours: a culinary programme.
02:45	Dars-e-Malfoozat
03:00	MTA World News
03:15	An in-depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Class no. 258, recorded on 15th July 1998.
04:55	Zinda Log: programme highlighting The martyrs of Ahmadiyyat.
06:05	Tilawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:20	Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) with Huzoor recorded on 14th February 2009.
08:05	Le Francais c'est Facile: lesson no. 41
08:30	Siraiki Service: a discussion programme on the life and character of the Holy Prophet (saw).
09:15	Urdu Mulaqa'at: a question and answer session with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Urdu speaking friends. Recorded on 25th August 1995.
10:15	Indonesian Service
11:10	Seerat Sahaba Rasool (saw)
11:55	Tilawat & MTA News
13:00	Live Friday sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V from Baitul Futuh Mosque, London.
14:10	Dars-e-Hadith
14:20	Bengali Reply to Allegations: a Bengali discussion programme replying to various allegations made against the Ahmadiyya Jama'at.
15:20	Seerat Sahaba Rasool (saw)
16:00	Friday Sermon [R]
17:10	Kuch Yaadein, Kuch Baatein: a discussion programme on the life of Hadhrat Khalifatul Masih I (ra).
18:00	MTA World News
18:10	Le Francais c'est Facile: lesson no. 41 [R]
18:30	Arabic Service: Arabic discussion programme about the true concepts of Islam, hosted by Muhammad Sharif.
20:35	MTA International News
21:10	Friday Sermon [R]
22:25	The Blue Planet
23:10	Urdu Mulaqa'at: rec. on 25th August 1995 [R]

Saturday 21st March 2009

00:00	MTA World News
00:10	Tilawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
01:35	Le Francais c'est Facile: lesson no. 41
02:00	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 22nd July 1997.
03:00	MTA World News
03:15	Friday Sermon: rec. on 20th March 2009.
04:25	Kuch Yaadein, Kuch Baatein
05:20	The Blue Planet
06:00	Tilawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:00	Question and Answer session in Urdu with Hadhrat Khalifatul Masih V, recorded on 21st October 1995, Part 1.
07:50	Ashab-e-Ahmed: the life of Hadhrat Syyed Muhammad Sarwar Shah (ra), a companion of the Promised Messiah (as).
08:30	Friday Sermon: rec. on 20th March 2009.
09:45	Indonesian Service
10:45	French Service
11:50	Tilawat
12:05	Persecution: a programme about the persecution of Ahmadis around the world.
13:10	Bangla Shomprochar
14:10	Intikhab-e-Sukhan: poem request programme.
15:10	Jamia Ahmadiyya UK Class
16:25	Ashab-e-Ahmad
17:05	Question and Answer Session [R]
18:00	MTA World News
18:10	Dars-e-Hadith
18:30	Arabic Service
20:35	MTA International News
21:05	Jamia Ahmadiyya UK Class [R]
22:15	Persecution [R]
23:15	Friday Sermon [R]

Sunday 22nd March 2009

00:00	MTA World News
00:10	Tilawat & MTA News
01:30	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 23rd July 1997.
02:30	Ashab-e-Ahmad
03:00	MTA World News
03:20	Friday Sermon
04:20	Moshaairah: an evening of poetry
05:30	Attractions of Australia
06:00	Tilawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:05	Jamia Ahmadiyya UK class with Huzoor. Recorded on 21st March 2009.
08:20	The Gardens of the Casa Loma: a guided tour around the Casa Loma in Toronto, Canada.
08:50	Huzoor's Tours: programme featuring Huzoor's visit to West Africa.
10:05	Indonesian Service
11:05	Spanish Service: Spanish translation of Friday Sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V, on 30th November 2007.
12:05	Tilawat & MTA News
12:55	Bangla Shomprochar
14:00	Friday Sermon: rec. on 20th March 2009.
15:05	Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) class with Huzoor, recorded on 22nd March 2009.
16:20	The Casa Loma [R]
16:50	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 18th October 1998.
18:00	MTA World News
18:30	Arabic Service
20:30	MTA International News
21:05	Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) class [R]
22:15	Huzoor's Tours [R]
23:30	Seerat-un-Nabi (saw)

Monday 23rd March 2009

00:00	MTA World News
00:10	Tilawat & MTA News
00:55	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 31st July 1997.
02:00	Friday Sermon: rec. on 20th March 2009.
03:00	MTA World News
03:15	Question and Answer Session
04:20	Huzoor's Tours: programme documenting Huzoor's visit to Burkina Faso, West Africa.
05:30	Seerat-un-Nabi (saw)
06:00	Tilawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:00	Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) class with Huzoor recorded on 16th December 2007.
09:15	French service with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and French speaking friends. Recorded on 1st August 1997.
09:25	Indonesian Service: Friday sermon, recorded on 30th January 2009.
10:40	Revival of Faith: a documentary about the Promised Messiah (as).
12:00	Tilawat & MTA News
12:45	Bangla Shomprochar
13:45	Friday Sermon: rec. on 21st March 2008.
14:55	Revival of Faith [R]
15:55	Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) Class [R]
16:55	French Mulaqa'at: Recorded on 1st August 1997 [R]
18:00	MTA World News
18:30	Arabic Service
19:30	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 3rd September 1997.
20:30	MTA International News
21:05	Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) Class [R]
22:05	Friday Sermon [R]
23:10	Revival of Faith [R]

Tuesday 24th March 2009

00:00	MTA World News
00:10	Tilawat & MTA News
01:15	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 3rd September 1997.
03:05	MTA World News
02:40	Friday Sermon: Recorded on 21st March 2008.
03:50	French service with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and French speaking friends. Recorded on 1st August 1997.
05:20	Revival of Faith: a documentary about the Promised Messiah (as).
06:00	Tilawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
07:00	Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) class with Huzoor, recorded on 22nd February 2009.
08:10	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 14th November 1998.
10:00	Indonesian Service
11:00	Sindhi Service
12:00	Tilawat & MTA News
13:00	Bangla Shomprochar
14:00	Majlis Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema: Concluding address delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V on 19th September 2004.
14:40	Spectrum: a documentary presented by Dr Muhammad Iqbal about the launch of a report in the House of Commons titled 'Rabwah: a place for Martyrs?'
15:05	Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) Class [R]
16:10	Question and Answer Session
18:00	MTA World News
18:30	Arabic Service
19:30	Friday Sermon: Arabic translation of Friday sermon, recorded on 20th March 2009.
20:30	MTA International News
21:05	Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) Class [R]
22:10	Majlis Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema [R]
22:55	Intikhab-e-Sukhan: Poem request programme

Wednesday 25th March 2009

00:00	MTA World News
00:10	Tilawat & MTA News
01:00	Learning Arabic: lesson no. 4.
01:30	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 4th September 1997.
02:30	MTA Travel: a visit to Vancouver, Canada.
03:00	Question and Answer Session
04:50	Spectrum
05:00	Majlis Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema
06:05	Tilawat & MTA News
07:00	Jamia Ahmadiyya UK class with Huzoor, recorded on 10th January 2009.
08:05	Shamail-e-Nabwi: an Urdu discussion programme about the life and character of the Holy Prophet Muhammad (saw).
08:35	Attractions of Australia: a visit to Toowoomba Flower Carnival 2008.
09:00	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 22nd November 1998.
10:10	Indonesian Service
11:10	Swahili Muzakarah
12:15	Tilawat, Dars-e-Hadith & MTA News
13:20	Bangla Shomprochar
14:20	From the Archives: Friday sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 22nd March 1985.
15:50	Jalsa Salana Speeches: a speech delivered by Maulana Mansoor Ahmad Khan on the topic of 'Preaching Islam in Russia'. Recorded on 24th August 2001 in Germany.
16:25	Shamail-e-Nabwi: an Urdu discussion programme about the life and character of the Holy Prophet Muhammad (saw).
17:00	Jamia Ahmadiyya UK Class [R]
18:00	Question and Answer Session [R]
18:00	MTA World News
18:30	Arabic Service
19:30	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 7th October 1997.
20:30	MTA International News
21:15	Jamia Ahmadiyya UK Class [R]
22:15	Jalsa Salana Speeches [R]
23:00	From the Archives [R]

Thursday 26th March 2009

00:00	MTA World News
00:05	Tilawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
01:30	Hamaari Kaenaat
02:00	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 7th October 1997.
03:00	MTA World News
03:15	From the Archives: Friday sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 22nd March 1985.
04:45	Attractions of Australia: a visit to Toowoomba Flower Carnival 2008.
05:15	Jalsa Salana Speeches
06:05	Tilawat & Dars-e-Malfoozat
06:40	Children's Class with Huzoor, recorded on 21st February 2009.
08:00	English Mulaqa'at: A question and answer session with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 14th May 1994.
09:10	Huzoor's Tours: programme featuring Huzoor's visit to Burkina Faso, West Africa.
10:05	Indonesian Service
11:10	Al Maaidah: a cookery programme
11:35	Pushto Service
12:00	Tilawat & Dars-e-Malfoozat
12:40	Al Maaidah
13:00	Bangla Shomprochar
14:20	Tarjamatul Qur'an Class: recorded on 21st July 1998.
15:40	Huzoor's Tours [R]
16:45	English Mulaqa'at [R]
18:00	MTA World News
18:30	Arabic Service: Al Hiwar Al Mubashar
20:35	Tarjamatul Qur'an Class [R]
21:40	Shaam-e-Ghazal: an evening of poetry
22:40	Children's Class [R]

Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00 & 17:00 (GMT)

Translations for Huzoor's Programmes are available.
Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al Fazl International Weekly, London
22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 16 | Friday 13 March, 2009 | Issue No. 11

حاصل مطالعه

دوست محمد شاهد۔ مؤرخ احمدیت

طالبان مارکہ ’’جہاد‘‘ اور پاکستان پراس کے ہولناک اثرات

وزیرشفیق احمد خاں ڈگری کالج سکردو (بلتستان) کی فکرانگیز تحریر:

’’دنیا میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کوقدرت نے آنکھیں عطا کیں مگر وہ ظاہری طور پرنہیں دیکھتے کہ حقیقت کیا ہے۔کیا اچھا ہے کیا بُرا ہے۔ان اندھے لوگوں میں سے ایک ہم ہیں جو ظاہری طور پرحقیقت کو نہیں جانتے۔ہم اپنے دوستوں کو دشمن اور دشمنوں کو دوست سمجھتے ہیں۔ہم ہروقت کہتے تھے کہ پرویز مشرف نے پاکستان میں ہمارے لئے کچھ نہیں کیا۔مشرف صاحب نے شمالی علاقہ جات میں کیا کیا نہیں کیا تھا۔ ہمارے طالبان بھائیوں نے افغانستان کے قریب پاکستانی علاقوں میں ہمیں بندوقیں تھما کر ہمیں اپنی حکومت کے خلاف لڑنے پر مجبور کیا۔ہمیں میزائل دئے گئے تاکہ ہم اسے اپنی اس پاک سرزمین پرگرائیں۔انہوں نے ہمارے ہاتھوں میں بندوقیں تھمائیں تاکہ ہم اپنی مسلح افواج کوشہید کریں۔یہ وہ دہشت گرد ہیں جورا،موساداور دوسری خفیہ ایجنسیوں سے میزائل خرید کراپنے ہی لوگوں پرگراتے ہیں۔جوترقیاتی کام ہورہے ہیں ہم ان کوبموں سے اڑا دیتے ہیں۔ جو بیرونی سرمایہ کار یہاں آکر سرمایہ کاری کرتے ہیں ہم انہیں قتل کر دیتے ہیں۔ہم پاکستانی بھوک اور پیاس سے مررہے ہیں۔یہ کون سا جہاد اور کون سی شہادت ہے۔جوغریب مظلوم لوگوں کوخودکش دھماکے سے ہلاک کرکے حاصل ہوتی ہے‘‘۔

(ماہنامہ ’’انڈس‘‘ سکردو۔ دسمبر 2008ء صفحہ 30)

❖❖❖❖❖❖

ایک پاکستانی شاعرکی باباۓقوم محمد علی جناح سے فریاد

اثرخامہ شاعربلتستان جناب غلام حسن حسنی صاحب:

قوم بہت دلگیر ہے بابا ‏ اپنی ہی تقصیر ہے بابا
فکر سے تیری دور ہوئے ہم ‏ اپنے آنسو مدھم مدھم
بانجھ نہ ہوجائے کشتِ جاں ‏ خوف یہ دامن گیر ہے بابا
تیرے کام سے روگردانی ‏ شرم سے ہم ہیں پانی پانی
یاد منانے کی حدتک ہی ‏ تیری ہر تقریر ہے بابا
روح سے تیری شرمندہ ہیں ‏ زندہ رہنے کو زندہ ہیں
تو نے جو پیغام دیا تھا ‏ وہ تو ہم سب بھول چکے ہیں
راشی افسر کرسی پر ہے ‏ اوپر تری تصویر ہے بابا
آزادی کے شام سویرے ‏ لے گئے سب منہ زور وڈیرے
دیکھ ذرا رخسار پہ میرے ‏ غربت کی تحریر ہے بابا
مستقبل کے تانے بانے ‏ کھوگئے میرے خواب سہانے
دیکھے کون سسکتی روتی ‏ آنکھوں میں تعبیر ہے بابا
زہر بھرا امروز ہے میرا ‏ فردا کی اب بات کریں کیا
نفرت کی سولی پہ لٹکی ‏ ہائے مری تقدیر ہے بابا
پیارتھا جس خطے سے تجھ کو ‏ پاکستان کی شہہ رگ تھا جو
ظالم کے پنجے میں ابتک ‏ آج وہی کشمیر ہے بابا
ملت کے غم خوار کہاں ہیں ‏ نیند میں ہیں بیدار کہاں ہیں
غیروں کے ہاتھوں میں جیسے ‏ آج میری تقدیر ہے بابا
دھڑکن زخمی سانسیں بیکل ‏ صبح کا مسکن شام کا مقتل
حالت تیرے اس گلشن کی ‏ دیکھ بہت گھمبیر ہے بابا

(ایضاً صفحہ 30)

قیام پاکستان سے اب تک خلفائے احمدیت پاکستان کے استحکام کے لئے نہایت دلسوزی،اضطراب اوردردوالم سے جماعت احمدیہ کوتحریک دعا کرتے رہے ہیں۔شاعر بلتستان کی یہ غم واندوہ میں ڈوبی ہوئی نظم مہمیز کا کام دے گی۔رَبِّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ۔

❖❖❖❖❖❖

اسلام کے بےشمار جدید ایڈیشن

سر اقبال کے ایک پرستار جناب ڈاکٹر غلام جیلانی برق صاحب کی عمر بھر کے مطالعہ کا خلاصہ:

’’ہمارے فرقہ کا اسلام وقرآن الگ ہے۔ایک اسلام وقرآن تو وہ ہے جو چودہ لاکھ حدیثوں کے بوجھ تلے دبا ہوا کراہ رہا ہے۔ دوسرا وہ ہے جو مختلف فقہی اسکولوں کے نرغے میں پھنسا ہوا ہے اور بچ نکلنے کے لئے فریاد بھی نہیں کرسکتا۔اورایک تیسرا اسلام وہ ہے جو حضرات اہل بیت کرام کے لکڑی اور کاغذوں کے تعزیوں کے ساتھ بندھا ہوا کوچہ و بازار میں سالانہ گردش کرتا نظر آتا ہے۔ایک چوتھا اسلام وہ ہے جو استخوان فروش مجاہدوں اور پیرزادوں کے حلقے میں ہُوحق کے نعرے لگانے اورحال وقال کی بزم آرائی کے لئے مجبور ہے۔ان کے علاوہ ایک اور اسلام بھی ہے جس کے بطن سے نئی نئی نبوتیں اور خلافتیں جنم لیتی ہیں ۔کہاں تک گنواؤں مدّت ہوئی ’’مذہب اسلام‘‘ کے نام سے حیدرآبادکی چھپی ہوئی ایک کتاب دیکھی تھی جو کم وبیش ہزار صفحات پر مشتمل ہوگی۔اس میں عجیب وغریب قسم کے بیشمار اسلام بتائے گئے ہیں۔ یہ ’’کثرت اسلام ہا‘‘ ایک عالمگیر مرض ہے جس میں تمام مسلمانان عالم مبتلا ہیں اور ہر خطہ ٔ ارض میں ہماری پستی وذلت کا یہی واحد سبب ہے۔اتنے بے شمار اسلام کہاں سے آگئے۔یقیناً محمد رسولؐ اللہ نے ان سب کی دعوت نہیں دی ان کے پاس بالاتفاق ایک ہی اسلام تھا‘‘۔

(’’دو اسلام‘‘۔ صفحہ 27-28)

گستاخ رسول قرة العین سے سراقبال کی بےمثال عقیدت

قرة العین طاہرہ بابی مذہب کی پیامبر تھی جس نے بدشت کانفرنس میں خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی منسوخی کا اعلان کیا جس کے بعد شاہ ایران نے اسے آنحضرت ﷺ کے خلاف ایک شرمناک گستاخانہ شعرپرگولی سے اڑادیا۔

قارئین حیران ہوں گے کہ سراقبال اس عورت کے اس قدروالا وشیدا تھے’’جاوید نامہ‘‘ میں بتایا کہ انہوں نے عرش کی ارواح جلیلہ میں امہات المومنین ودیگر صحابیات اورامت مسلمہ کی پاکباز خواتین میں سے توکوئی نہیں دیکھی صرف قرة العین طاہرہ کے جلوہ کی جھلک دکھلائی دی ہے‘‘۔ (کلیات اقبال۔صفحہ 115)

❖❖❖❖❖❖

’’حقائق اسلام‘‘ کا فرنگی پیکر

جناب اقبال نے صوفی غلام مصطفیٰ صاحب تبسّم کو اپنے مکتوب 2/ستمبر 1925ء میں لکھا:

’’میری عمر زیادہ تر مغربی فلسفہ کے مطالعہ میں گزری ہے اور یہ نقطہ خیال ایک حدتک طبیعت ثانیہ بن گیا ہے۔ دانستہ یا نادانستہ اس نقطہ نگاہ سے حقائق اسلام کا مطالعہ کرتا ہوں۔

❖❖❖❖❖❖

بہائیوں کے قدیم مرکز طہران سے سراقبال کی والہانہ عقیدت

’’ایران شاید اس اسلامی تہذیب کی تشکیل میں ایک بنیادی عامل کی حیثیت رکھتا ہے۔اگرآپ مجھ سے یہ استفسار کریں کہ تاریخ اسلام کا سب سے اہم واقعہ کون سا ہے تو میرا جواب یہ ہوگا کہ فتح ایران۔ جنگ نہاوند نے عربوں کوصرف ایک حسین ملک ہی نہیں دیا بلکہ ایک قدیم قوم پر بھی تسلط بخشا جوسامی اورآریائی لوازمے سے ایک نئی تہذیب کی تشکیل کی صلاحیت بھی رکھتی تھی۔ہماری مسلم تہذیب سامی اورآریہ تخیل کے باہمی اختلاط کی پیداوار ہے۔اس (تہذب اسلامی) کو نزاکت اورعمدگی اپنی آریہ ماں کے بطن سے اور اپنا وجاہت بھرا کردار اپنے سامی باپ کے صلب سے ورثہ میں ملا ہے۔فتح ایران سے مسلمانوں کووہی (نتائج) حاصل ہوئے جو یونان کی فتح سے اہل روما کے حصے میں آئے ۔لیکن ایرانی اثرات کے بغیر ہماری تہذیب یک رخی رہتی۔وہ قوم جس کے رابطے سے عربوں اور مغلوں کی بالکل شکل ہی بدل گئی ،ابھی ذہنی اور عقلی اعتبار سے مردہ نہیں ہوئی۔ ایران جس کے خودمختار سیاسی وجود کو روس کی جارحانہ ہوا و ہوس سے خطرہ درپیش ہے،ہنوز مسلم تمدن کا حقیقی مرکز ہے۔اورمَیں صرف اس بات کی توقع کرسکتا ہوں کہ یہ (ایران) مسلم دنیا میں وہ مقام پائے جوابھی تک اسے حاصل رہا ہے۔ایران کے شاہی خاندان کے لئے اس کی سیاسی خودمختاری سے محروم ہونے کے معنے صرف ایک زمینی خطے کوکھودینے کے ہیں لیکن مسلم تمدن کے لئے یہ واقعہ تیرھویں صدی عیسوی کے تاتارحملہ سے بھی زیادہ سنگین نوعیت کا دھچکا ہے‘‘۔

(ایضاً رسالہ ’’الدعوة‘‘ صفحہ 30)

اسی رسالہ کے صفحہ 42 پر ڈاکٹر پروفیسر عبدالجبار شاکر نے لکھا ہے:

’’ایران کی سرزمین اورادب وثقافت سے اقبال کوعمر بھر دلچسپی رہی۔ اقبال کے اردو اشعار کی مطبوعہ تعداد چھ ہزار سے زائد ہے تو مطبوعہ فارسی اشعار کی گنتی نوہزار سے متجاوز ہے۔ایسے اشعار لائقِ توجہ ہیں ؎

طہران ہو گر عالمِ مشرق کا جنیوا
شاید کرہ ٔ ارض کی تقدیر بدل جائے
نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے
وہی آب وگلِ ایراں، وہی تبریز سے ساقی

ہم مسلمانان عالم کا تو عقیدہ ہے کہ کرّہ ارض کی تقدیر حرم کعبہ سے وابستہ ہے ۔علامہ ساری عمر مسلمانوں کا قبلہ طہران کی طرف منتقل کرنے میں سرگرم رہے جو بہائیوں کا قدیم مرکز ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖

الفضل انٹرنیشنل میں اشتہار دیجئے

احباب کی اطلاع کے لئے الفضل انٹرنیشنل میں اشتہار دینے کے نرخ حسب ذیل ہیں:

Size: 60mm x 60mm	£ 21.15 each
Size: 50mm x 120mm	£ 31.73 each
Size: 90mm x 120mm	£ 52.88 each
Size: 165mm x 120mm	£ 84.60 each

(مینیجر)

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ: عبدالحفیظ کھوکھر۔ترسیل: قاضی نجیب الدین احمد